1119
بچوں کا اسلام
اتوار ۱۶ رجب المرجب ۱۴۴۵ھ
مطابق ۲۸ جنوری ۲۰۲۴ء
پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

شکریہ ادا کرتا ہوں!

قیمت: ۴۰ روپے

القرآن

رحمت کی اُمید اور عذاب کا خوف

یہ لوگ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ تقرب تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں اللہ کا زیادہ مقرب ہوتا ہے اور اس کی رحمت کے اُمیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب کا خوف رکھتے ہیں، بے شک تمھارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

(سورۂ بنی اسرائیل، آیت: 57)

الحدیث

زرہ پوش مردِ مجاہد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک زرہ پوش شخص حاضر ہوا۔ عرض کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! پہلے قتال میں شریک ہو جاؤں پھر اسلام قبول کروں یا اسلام لانے کے بعد قتال فی سبیل اللہ میں حصہ لوں؟ آپ نے فرمایا: ’’قتال فی سبیل اللہ کے لیے مشرف بہ اسلام ہونا شرط ہے۔‘‘ چنانچہ اس شخص نے اسلام قبول کیا اور پھر کافروں سے لڑنے لگا اور پھر شہید ہو گیا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

دستک

کھیل، صحت، تفریح اور تعلیم کا جوڑ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

دوستوں کی ایک محفل میں دوست نے کہا کہ اپنے بچوں کے کمرے میں دنیا کے نقشے کا وال پیپر ضرور لگوایئے اور انھیں اکثر چیلنج دیا کیجیے کہ دنیا کے نقشے پر مڈغاسکر یا اس جیسا کوئی گمنام سا ملک ڈھونڈ کر دکھائیں۔

یوں کھیل کھیل میں انھیں مختلف ممالک کی تاریخ اور ثقافت سے آگاہ کیجیے۔ جغرافیہ کی وضاحت کیجیے۔ مختلف خطوں کی تاریخی وجغرافیائی اہمیت بتایئے۔ انھیں ہمالیہ سے جڑے حقائق اور چھوٹے بڑے سمندروں کے بارے میں بتایئے۔ گلوب پر سورج کا سفر، قطب شمالی، قطب جنوبی اور خط استوا کی بابت سمجھایئے، وغیرہ!

اس طرح ان کا دنیا سے متعلق علم بڑھے گا جو آگے چل کر ان کے بہت کام آئے گا۔

یہ سن کر ہمیں یاد آیا کہ بہت پہلے شاید ۲۰۱۱ء میں ایک کمپیوٹر گیم تھا جو ہم کھیلتے تھے۔ اس میں چند لمحوں میں جس ملک کا نام سامنے آتا، اسے اسکرین پر کھلے دنیا کے نقشے پر کلک کرنا ہوتا تھا۔ صرف اُس کھیل سے ہمیں آدھے گھنٹے میں آدھی سے زیادہ دنیا یاد ہو گئی۔

جی ہاں! کھیل ایسی چیز ہے کہ اس سے آدمی جتنا سیکھتا ہے، کسی اور طرح سیکھ ہی نہیں سکتا، کیونکہ انسانی ذہن تفریح پسند ہے۔

اور کھیل میں چونکہ تفریح سب سے غالب عنصر اور وجہ ہے تو ہمارا ذہن کھیل میں بہت دلچسپی لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفریح سے جڑی دنیا کی ہر انڈسٹری دنیا کی سب سے زیادہ کمانے والی انڈسٹریوں میں شامل ہوتی ہیں۔

سو اگر جائز تفریح ایسی ہو کہ اس سے جسمانی وذہنی صحت بھی بہتر ہوتی ہو اور وہ تعلیم و تربیت میں بھی مفید ہو تو ایسی تفریح کے کیا کہنے۔

جسمانی کھیل تو خیر جسمانی وذہنی صحت کے لیے مہارت اور ورزش کے واسطے سے مفید ہیں، مگر ذہنی آزمائش کے کھیلوں کا بھی بہت فائدہ ہوتا ہے کہ اُن سے خاص طور پر ذہن وشعور کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کھیل میں ان سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔ بہت سی ذہنی مہارتیں پالش ہو جاتی ہیں۔

مثلاً خرید وفروخت سے متعلق ایک کھیل ہم نے بچپن میں کھیلا تو اس سے خرید وفروخت کی، کرنسی، بینکنگ اور معاشیات وغیرہ سے متعلق ہماری سمجھ بہتر ہوئی۔

ایسے ذہنی آزمائش والے کھیلوں سے منطقی انداز میں تجزیہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نیز قوتِ مشاہدہ، حاضر دماغی، یکسوئی، دور اندیشی، کامن سینس کی بہتری سمیت دماغ کی چوکسی اور چوکنا پن میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

پچھلے دنوں لکھاری بہن قانتہ رابعہ نے اپنے بچپن کے حوالے سے تحریر لکھی تو اس میں تعلیمی کارڈ کا ذکر کیا جس سے چھوٹے بچوں کی اردو بہتر ہوتی تھی۔ ہم نے اِدھر اُدھر سے معلوم کروایا تو کہیں سے ملا ہی نہیں۔ شاید بنانے والوں نے بنانا چھوڑ دیا تھا۔

خیر پچھلے ماہ دسمبر میں کراچی کتب میلہ ہوا تو ایک اسٹال پر فلسطین بورڈ گیم دیکھا۔

اپنی نوعیت کا یہ منفرد گیم اچھا لگا تو لے لیا۔ گھر آ کر اندازہ ہوا کہ ماشاء اللہ بہت محنت کی گئی ہے۔ بچے تین چار بار کھیل کر ہی نہ صرف فلسطین کے تاریخی علاقوں کے نام اور اہمیت سے آگاہ ہو جاتے ہیں بلکہ کھیل ہی کھیل میں وہ اُن تیرہ مشہور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام اور ان کی سیرت سے بھی آگاہ ہو جاتے ہیں جن کا تعلق فلسطین سے رہا اور قرآن کریم میں ان کا ذکر ہوا۔

بے ساختہ خیال آیا کہ اسی طرح سیرت بورڈ گیم بھی ہو سکتے ہیں، جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والے مقامات، آپ کے غزوات، سیرت مبارکہ سے متعلق مشہور واقعات بچوں کے ذہن میں بہت گہرائی سے نقش ہو سکتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے سیرت کی کسی کتاب سے زیادہ سیرت پر لکھی کہانیوں کے ذریعے زیادہ جلدی اور سہولت سے ننھے ذہنوں میں سیرت مبارکہ کے نقوش ثبت ہو جاتے ہیں۔

بہر حال کراچی کتب میلہ کے بعد ہم نے اُن صاحب کو ڈھونڈ نکالا جنھوں نے یہ فلسطین گیم بنایا تھا، اور ان سے مل کر، یہ جان کر بے حد خوشگوار حیرت ہوئی کہ یہ کسی کمپنی کا کام نہیں بلکہ فلسطینی جدوجہد کے دیوانے دو میاں بیوی کا کارنامہ ہے۔

طلحہ ایوب بھائی نے ملاقات میں یہ خوش خبری بھی سنائی کہ وہ اس طرز کے مزید مفید گیموں پر کام کر رہے ہیں، جن سے ہمارے بچے کھیل کھیل میں بہت کچھ اچھا سیکھ سکیں گے۔

دل سے دعا نکلی کہ اللہ ان کی مدد فرمائیں اور ان کے نیک عزائم کو پورا فرمائیں، آمین!

ہمارے قارئین میں کئی ایسے ذہین دماغ ہیں جو ایسے منفرد آئیڈیاز پر کام کر سکتے ہیں۔

والسلام

محمد فیصل شہزاد

اول پوزیشن کے لیے ایک تیر بہدف وظیفہ

ہاشم عارف میکاتی

مدارس کے امتحان ہونے والے ہیں اور اِن دنوں بہت سے وظائف گردش کر رہے ہیں کہ فلاں وظیفہ پڑھو تو کامیابی یقینی ہے۔

میرے پاس بھی ایک زبردست قسم کا وظیفہ ہے جس پر عمل کریں تو سو فیصد کامیابی قدم چومتی ہے۔

کوئی بھی اس وظیفے پر عمل کر سکتا ہے، پھر کامیابی اس کے قدم نہ چومے تو کہنا۔

میں اپنے طالب علمی کے زمانے میں اس پر باقاعدگی سے عمل کرتا رہا اور ہر امتحان میں پہلی پوزیشن ہوتی تھی الحمدللہ! جبکہ میرے دوسرے ہم جماعت اس وظیفے پر عمل نہیں کرتے تھے تو پیچھے رہ جاتے تھے۔

یہ ایسا جاندار، شاندار تیر بہدف وظیفہ ہے کہ ہمارے ایک استاد جو کبھی پورے سو نمبر کسی کو نہیں دیا کرتے تھے بلکہ دوسرے استادوں کو بھی سو نمبر دینے سے منع کرتے تھے، انھیں بھی مجھے پورے سو نمبر دینے پڑے اور پھر وہ پرچہ بھی سب کو دکھایا کہ میں اس کو پورے سو نمبر دینے پر مجبور ہو گیا ہوں......!

جی ہاں! ایسا ہے میرا وظیفہ۔ یہ وظیفہ نہ چلے تو میرا نام بدل دیجیے گا۔ منہ پر آ کر کہہ دیجیے گا کہ ہاشم! تم غلط تھے، لیکن ایسا ہوگا نہیں ان شاء اللہ!

مزے کی بات تو یہ ہے کہ اکثر طلبہ راتوں کو جاگ کر تیاری کیا کرتے تھے لیکن میں اپنے پورے طالب علمی کے دور میں کبھی بھی کسی بھی رات جاگ کر نہیں پڑھا۔ طلبہ ہاتھوں میں کتاب اٹھا کر امتحانی ہال تک پڑھتے ہوئے جاتے تھے۔ میں کبھی ساتھ کتاب لے کر ہی نہیں گیا حتیٰ کہ جس دن امتحان ہوتا تھا، اس دن فجر کے بعد بھی ساڑھے سات بجے تک ایک اور بھرپور نیند لے لیتا تھا۔

میں نے یہ وظیفہ کبھی چھپایا نہیں، اپنے ساتھی طلبہ کو بتایا کرتا تھا اور اپنے طلبہ کو بھی۔

میرے بہت سے طلبہ کو بھی اچھی طرح یہ وظیفہ معلوم ہے تو کیا بچوں کا اسلام کے قارئین بھی یہ وظیفہ جاننا چاہتے ہیں؟ خیر اتنا لکھنے کے بعد تو اب بتانا ہی پڑے گا۔

تو سنیے بلکہ پڑھیے: وہ وظیفہ پوری کتاب کو اچھی طرح یاد کرنا ہے۔

میں پورے سال ہر روز کا سبق یاد کرتا تھا۔ استاد کی بات سمجھ کر ایک بار کاپی پر لکھتا تھا اور امتحان سے بیس دن پہلے تیاری شروع کر دیتا تھا۔ ہر کتاب کو مکمل تین مرتبہ یاد کرتا تھا۔ اس کے علاوہ میں پڑھائی کے وقت صرف پڑھائی کرتا تھا، باتیں نہیں۔ کھیل کے وقت کھیلتا تھا پڑھائی نہیں۔ اسی طرح چھٹی کے وقت چھٹی اور سونے کے وقت سوتا تھا۔ اس طرح پرچے میں سوال کہیں سے بھی آتا مجھے تو پوری کتاب یاد ہوتی تھی سو فر فر لکھ لیتا تھا۔ پرچہ بھی سب سے پہلے حل کر کے فارغ ہو جاتا تھا۔

جی ہاں! یہ ہے وظیفہ۔ مسلسل محنت اور ہر کام کو اس کے وقت میں کرنا۔

اسی وظیفے پر عمل کر کے الحمدللہ پوری کلاس میں پہلی پوزیشن میری ہوتی تھی۔

جس پرچے کا میں نے ابتدا میں ذکر کیا وہ درجہ رابعہ کی کتاب شرح الوقایہ کا پرچہ تھا۔ مولانا عامر صاحب پڑھایا کرتے تھے۔ کتاب میں تفصیلی مباحث ہوتے ہیں کہ امام شافعی فلاں مسئلے میں یہ فرماتے ہیں اور فلاں حدیث ان کی دلیل ہے۔ امام مالک کا یہ قول ہے اور فلاں آیت یا حدیث ان کی دلیل ہے۔ یہ حدیث فلاں صحابی سے مروی ہے اور فلاں کتاب میں ہے، نیز یہ ہمارا یعنی احناف کا مسلک ہے اور ہماری دلیل فلاں آیت یا حدیث ہے، پھر امام شافعی اور امام مالک کے دلائل کا یہ یہ جواب ہے۔ اس طرح ہر مسئلے پر لمبی چوڑی تفصیلات ہوتی تھیں۔

جیسا کہ بتایا کہ میری لکھنے کی عادت شروع ہی سے تھی سو میں سبق کے دوران میں ہی ساری باتیں لکھ لیتا اور پھر یاد بھی کر لیتا تھا۔

سوان کے پرچے میں، میں نے وہ ساری تفصیلات ہو بہو لکھ ڈالیں۔ حدیث کی پوری سند، کتاب کا نام سب لکھ دیا۔ پھر اللہ کے فضل سے لکھائی تو میری ایسی تھی ہی کہ سب تعریف کرتے تھے، سو استاد صاحب نے بار بار پورے پرچے کو پڑھا کہ شاید کوئی چھوٹی سی غلطی ہی نکل آئے تو ایک نمبر ہی کاٹ لوں لیکن الحمدللہ کوئی غلطی نہیں نکلی۔ مجبوراً انھیں اپنا اصول توڑنا پڑا اور پورے سو نمبر دے ہی دیے۔

تو پھر کریں گے ناں اس وظیفے پر عمل؟

☆☆☆

۲۵

جوابات

آپ کتنے پانی میں ہیں؟

(۱) 'عروس القرآن' سورۃ الرحمن کو کہا جاتا ہے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیارے صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالاذنین کہہ کر پکارتے تھے۔

(۳) عثمانی سلطنت کے آخری خلیفہ کا نام سلطان عبدالمجید ثانی تھا۔

(۴) اردو مثل ''اوکھلی میں سر دیا تو دھمکوں سے کیا ڈر'' سے مراد واضح ہے کہ جب ایک بار سوچ سمجھ کر کسی خطرناک کام کا آغاز کر ہی دیا ہے تو پھر انجام سے کیا ڈرنا۔

(۵) آواز کا سفر ہوا کی بنسبت پانی میں تیز ہوتا ہے۔

☆☆☆

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جا سکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرِ تعاون: اندرون ملک 2000 روپے بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے دو میگزین 28000 روپے انٹرنیٹ www.dailyislam.pk

شکریہ ادا کرتا ہوں!

ڈاکٹر عمران مشتاق

انعام کو اُس رات نیند ذرا دیر سے آئی تھی۔

ابھی اسے سوئے ہوئے شاید گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کہ اُس کے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''

اُس نے فون کانوں سے لگاتے ہوئے سلام کیا۔

وہ ہمیشہ سلام میں پہل کی کوشش کرتا تھا۔

''اور یار! سناؤ کیا حال ہے تمھارا...... ٹھیک تو ہونا؟!''

دوسری جانب ایک دوستانہ آواز تھی۔

''کون صاحب؟'' انعام پر ابھی تک نیند کا غلبہ تھا۔

''ارے! کیا کہا...... صاحب؟ ارے ہم تو ابھی بچے ہیں، دال دال کچے ہیں۔ تیرے یار ہیں، کیا ہو گیا پہچان ہی نہیں رہا۔''

''کون؟ میں واقعی نہیں پہچان سکا۔'' انعام نے اپنے حواس پہ قابو پاتے ہوئے کہا۔

''یہ تو تیرا مسئلہ ہے کہ تُو ہمیں جانتا ہی نہیں، پہچانتا ہی نہیں۔''

دُوسری جانب لہجہ طنزیہ ہوا تو انعام چونک اٹھا۔

''اوہ! تو یہ تم ہو؟''

انعام کا لہجہ بدل گیا۔

''جی آپ کا دوست! آپ کا خادم! جسے آپ دوست ماننے کو تیار ہی نہیں۔''

وہ اقبال تھا جسے محلے بھر میں سب بالا کہتے تھے۔

''کیا بات ہے؟ اس وقت کیوں فون کیا ہے؟''

انعام نے گھڑی دیکھی تو وہ رات کے دو بجا رہی تھی۔

بالا اور اس کے دوست محلے بھر کے لیے مصیبت کا باعث تھے۔ وہ اچھے لڑکے نہیں تھے۔ ہر ایک سے لڑائی جھگڑا اور مار کٹائی ان کا شعار تھا۔ اسکول بھی وہ باقاعدگی سے نہیں جاتے تھے اور کوئی کام دھندہ بھی نہیں کرتے تھے۔ انھیں اپنی بدمعاشی پہ بہت ناز تھا۔ بالا نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح انعام کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لے مگر وہ اس سے دوستی کرنے کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھا۔ انعام کی کوشش ہوتی کہ ان سے جتنا دُور رہے اتنا اچھا ہے۔ بالا کو بھی نجانے کیوں ضد ہو گئی تھی کہ انعام کو ضرور اپنے ساتھ ملانا ہے، بالفاظ دیگر بگاڑنا ہے، اس لیے وہ مسلسل اس کے پیچھے پڑا رہتا تھا، وہ اور اس کے دوست انعام کو راہ چلتے روک لیتے، پھبتیاں کستے اور اسے ستانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

''بس یار! تیری یاد آئی تو پھون (فون) ملا لیا۔'' بالا زور سے ہنسا۔

''یہ شریفوں کے فون کرنے کا وقت ہے؟''

انعام نے اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''شریفوں کو تو فون کرنے کا ٹیم ہے نا۔''

دُوسری طرف سے ہنستے ہوئے کہا گیا۔

''خبردار جو اب مجھے فون کیا۔'' انعام نے دانت پیستے ہوئے فون بند کر دیا۔

انعام کا خیال تھا کہ اب وہ اُسے بار بار فون کر کے تنگ کریں گے۔ اُسے اس پر بے حد غصہ تھا۔ اس نے تھوڑی سی کوشش سے اپنے ذہن کو یکسو کیا۔ لاحول پڑھا تا کہ شیطان غصہ کی شکل میں اس پہ حاوی نہ ہو جائے۔ وہ اُس وقت اپنے بستر پر پیر لٹکائے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک خیال سے اُس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

صحابہ اور تابعین کے ایمان افروز اور انوکھے واقعات جاننے کے لیے دو بہترین کتابیں

صحابہ کے واقعات

- 75 کامیاب ہستیوں کا خوبصورت تذکرہ
- واقعات سے حاصل شدہ قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- دین سے محبت اور عمل کا شوق ابھارنے میں معاون

تابعین کے واقعات

- 32 خوش نصیب ہستیوں کا ایمان افروز تذکرہ
- قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- اسکول و مدارس کے نصابی تقاضوں سے ہم آہنگ

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

مستند مجموعۂ وظائف

اب موبائل ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔

GET IT ON Google Play

بیتُ العِلم

کراچی فون: 021-32726509 ، موبائل: 0309-2228089

لاہور فون: 042-37112356

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

''ارے! یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے بستر سے اٹھا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

☆......☆

انعام نے کچھ سوچ کر اپنا موبائل بند نہیں کیا تھا اور پھر اس کا نتیجہ سامنے آگیا۔ صبح پانچ بجے دوبارہ بالا کا فون آگیا۔

''میں نے سوچا کہ اپنے یار سے کچھ باتیں ہی کرلیں۔''

اس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا تھا۔

انعام نے سلام کیا تو بالا بولا: ''یار! تجھے نیند میں بھی سلام کرنا بھولتا نہیں، اوئے یہ تو کیسے کرلیتا ہے؟''

''سلام کرنا تو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے۔''

انعام نے بڑے تحمل سے اُسے سمجھایا۔

''یار! بڑی بات ہے کہ تجھے یہ بات ہر وقت یاد رہتی ہے۔''

بالا نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

''میرے بھائی! ہمارا دین تو بے حد سادہ اور آسان ہے۔ اگر ہم اس پر عمل کریں تو زندگی بے حد آسان اور خوبصورت ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر دُوسروں کو تنگ کرنا اور راتوں کو نیند خراب کرنا کوئی اچھی بات تو نہیں۔'' باتوں ہی باتوں میں انعام نے اسے جتا دیا۔

''واہ بھئی واہ تم تقریر اچھی کرلیتے ہو۔'' بالے نے پھر اس کی بات کو ہنسی میں اڑا یا۔

''یہ بتاؤ کہ تمھیں میرا موبائل کا نمبر کہاں سے ملا؟''

انعام نے موضوع کو بدلنا چاہا۔

''ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے، یہ تو پھر موبائل نمبر تھا۔''

''تو پھر خدا کو ڈھونڈا؟'' انعام نے سوال کیا تو دُوسری طرف پہلے تو خاموشی ہوئی اور پھر کال کٹ گئی۔ اس رات بالے نے اُسے دوبار فون کر کے ستایا اور پریشان کیا۔

انعام نے بے حد غصہ آنے کے باوجود اپنے رویے کو نارمل رکھنے کی کوشش کی اور بڑی حد تک اس میں کامیاب رہا۔

☆......☆

پچھلے چار دن سے بالا ہر رات اسے دوبار فون کرتا تھا۔ کچھ دیر تک باتیں ہوتیں اور پھر فون بند ہو جاتا۔ وہ رات کو پابندی سے دو بجے فون کرتا اور پھر صبح پانچ بجے کال ملاتا لیکن اس دن اس کی کال نہیں آئی۔

''ابھی تک اس کی کال نہیں آئی، نجانے کیا بات ہے؟''

انعام بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔ صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔ پانچ بجے اس کی خود ہی آنکھ کھل گئی تھی۔

انعام جب فجر کی نماز پڑھنے قریبی مسجد میں گیا تو اس وقت بھی یہ بات اس کے ذہن سے محو نہیں ہوئی تھی۔

اس دن اسکول سے فارغ ہو کر انعام جب گھر کے قریب پہنچا تو اسے بالا اور اس کے ساتھی دُور ہی سے نظر آگئے۔ وہ اپنی مخصوص جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔

یہ ایک جنرل اسٹور کے ساتھ ہی ایک سیمنٹ کا بنا ہوا بڑا سا چبوترہ تھا۔

وہ تیزی سے اُن کی طرف بڑھا۔

☆......☆

''استاد! وہ دیکھ تیرا دوست آ رہا ہے۔''

بالے کے ساتھی ہیرا نے اس کو متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

''استاد! اس کے تیور اچھے نہیں لگ رہے۔''

بالے کے دُوسرے ساتھی جیرے نے اسے خبردار کیا۔

''ارے ہمارا استاد کسی سے نہیں ڈرتا۔'' ہیرا نے اپنے نمبر بڑھانے کے لیے کہا۔

بالا خاموشی سے اُن کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے ان کی باتوں پہ تبصرہ کرنے سے پرہیز کیا تھا۔ انعام تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور پھر چبوترے سے چند قدم کے فاصلے پر آ کر رک گیا۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ! بھائی اقبال! تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔''

وہ ہمیشہ اسے اس کے اصل نام سے پکارتا تھا۔

''میری طبیعت کو کیا ہونا ہے؟ ہٹا کٹا ہوں۔''

بالے نے اپنے بازو کی مچھلیوں کو پھلاتے ہوئے کہا۔

''مجھے اس بات کی فکر تھی کہ کہیں تم بیمار نہ ہو گئے ہو۔'' انعام نے سادگی سے کہا۔

''اور تمھیں میری بیماری کی فکر کیوں ہوئی؟'' بالے نے نرمی سے سوال کیا۔

''اس لیے کہ آج رات کو اور صبح پانچ بجے تم نے مجھے فون نہیں کیا۔''

انعام کی بات سن کر بالے کے دل کی حالت عجیب ہو گئی، کہنے لگا۔

''بس یار! سوچا تجھے بہت پریشان کر لیا، اب تیری رات کی نیند خراب نہیں کریں گے۔''

''نہیں یار! ایسا نہ کرنا، میں تو اب تمھارے فون کا انتظار کرتا ہوں۔''

انعام نے اس کے ساتھ ہی چبوترے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''میرے فون کا انتظار؟ مگر کیوں؟!'' بالا حیران ہوتے ہوئے پوچھ بیٹھا۔

''ہاں! تمھارے فون کا انتظار۔'' انعام بولا۔ ''میں تو تمھارا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ تمھاری ان فون کالز نے تو میری زندگی ہی بدل ڈالی ہے۔''

''مگر وہ کیسے؟'' بالے کا لہجہ الجھن آمیز تھا۔

''میں پہلے تمھاری فون کالز سے چڑتا تھا پھر مجھ پر ایک عجیب بات کا انکشاف ہوا۔''

''عجیب بات؟ اور وہ کیا؟'' اس بار ہیرا نے تیزی سے سوال کیا تھا۔

''ہاں عجیب بات۔'' انعام مسکرایا۔

''جب دو بجے مجھے فون تم کرتے تھے تو وہ تہجد کا وقت ہوتا تھا اور جب پانچ بجے کال آتی تھی تو نماز فجر کا۔ مجھے تو تمھاری فون کالز کی وجہ سے تہجد اور فجر کی جماعت ملنے لگی ہیں ورنہ پہلے کوتاہی ہو جاتی تھی...... جزاک اللہ خیراً!''

انعام کا لہجہ پُرخلوص تھا۔

''اللہ کریم تمھیں اس بات پہ بے حد اجر عطا کرے، آمین۔''

بالا اور اس کے دوست تو انعام کی بات سن کر سناٹے میں آ گئے تھے۔

انعام وہاں سے رخصت ہوا تو تین الفاظ جو ان کے ذہنوں میں گونج رہے تھے، وہ ''جزاک اللہ خیراً'' تھے۔

☆......☆

دوسرے دن انعام نے فجر کی باجماعت نماز کے بعد سلام پھیرا تو اُس نے دیکھا کہ اقبال پہلی صف میں موجود تھا اور اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

انعام کی بے ساختہ آنکھیں بھر آئیں۔ آنکھوں سے چھلکتے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں کی پوروں پہ سنبھالتے ہوئے آہستہ سے اس نے کہا:

''اللہ تیرا شکر ہے۔''

اور پھر سجدۂ شکر بجالانے لگا۔

اللہ تعالیٰ نے بالا کو بہت ہی اچھی جزا دی تھی۔

☆☆☆

آسان علمِ دین کورس | بسم اللہ | سبق نمبر ۹

تیمم

محمد اسامہ سرسری

آیتِ کریمہ:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ۔ ۞ (سورۂ مائدہ، آیت نمبر 6)

مفہوم: اور تمھیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس (مٹی) سے مسح کرلو۔

حدیثِ مبارکہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورُ الْمُسْلِمِ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِيْنَ، فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيُمِسَّهُ بَشَرَتَهُ، فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ.

(جامع الترمذی)

مفہوم: بے شک پاک مٹی مسلمان کا سامانِ طہارت ہے، اگر چہ دس سال تک پانی نہ ملے، پھر جب پانی مل جائے تو چاہیے کہ اسے بدن پر ڈالے، (یعنی اس سے وضو یا غسل کرلے) کیوں کہ یہ بہت اچھا ہے۔

مسنون دعا:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. اَللّٰهُمَّ! أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَأَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا.

فضیلت: جو شخص مصیبت میں یہ دعا پڑھے اسے اس مصیبت کا اجر بھی مل جائے گا اور نعم البدل بھی نصیب ہوگا۔ (صحیح مسلم)

لہٰذا اگر سفر میں پانی کی پریشانی ہو تو یہ دعا پڑھنا مفید رہے گا۔

فقہی مسئلہ:

جس شخص پر غسل واجب ہو اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے یا بیماری کی مجبوری سے اس نے بجائے غسل کے تیمم کیا ہو تو اس کو جب پانی مل جائے گا یا بیماری کا عذر ختم ہو جائے گا تو غسل کرنا اس پر واجب ہوگا۔ (معارف الحدیث)

☆☆☆

سوال کرنے والوں کے ہر ہر سوال کا صحیح جواب مل چکا تھا۔ وہ لاجواب ہو چکے تھے لیکن ہٹ دھرموں نے لاجواب ہو کر پینترا بدلا:

''بے شک ولید بن مغیرہ نے ان کے بارے میں صحیح کہا ہے کہ یہ بڑے جادوگر ہیں۔''

''اچھا جس راستے پر آپ نے سفر کیا ہے، اس راہ پر ہمارے کئی تجارتی قافلے آ جا رہے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی کچھ بتایئے۔'' کچھ لوگوں نے سوال کیا۔

ان کے اس سوال کے جواب میں اللہ کے نبیؐ نے بتایا کہ جب میں فلاں وادی سے گزرا تو فلاں قبیلہ کا قافلہ وہاں سے گزر رہا تھا۔

میرے براق کی آہٹ پا کر ان کے جانور بدک گئے اور ان کا ایک اُونٹ مہار تڑوا کر بھاگ گیا۔ میں نے انھیں آواز دے کر بتایا کہ ان کا اُونٹ کس جگہ کھڑا ہے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب میں شام کی طرف جا رہا تھا۔

جب میں لوٹا تو بنی فلاں کے قافلے کے پاس سے میرا گزر ہوا۔ وہ سب محوِ خواب تھے۔ ان کے ایک ڈھکے ہوئے برتن سے میں نے پانی پیا۔

ایک دوسرے قافلہ کے پاس سے گزر ہوا۔ براق کی آہٹ سن کر ان کے اُونٹ بھی بدک گئے۔ ایک سرخ اُونٹ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس پر لدی بوریوں پر سفید نشان تھے۔ ان میں سے ایک اُونٹ پر دو بوریاں لدی ہوئی تھیں۔ ایک بوری کا رنگ سیاہ اور دوسری کا سفید تھا۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو ان کے جانور بھی بدک گئے اور ایک اُونٹ گر پڑا۔ ان کا بھی ایک اُونٹ گم ہو گیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ تمہارا اُونٹ فلاں جگہ ہے۔ میں نے انھیں سلام کیا تو انھوں نے میری آواز پہچان لی اور کہنے لگے کہ یہ آواز تو محمد کی ہے۔''

پھر کفار نے پوچھا کہ بنی فلاں کا قافلہ کب پہنچے گا تو آپ نے بتایا کہ وہ فلاں دن پہنچیں گے۔ ان کے آگے خاکستری رنگ کا اُونٹ ہو گا جس پر دو بورے لدے ہوں گے۔

اب قریش ان قافلوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ جب وہ مقررہ دن آیا جس کی خبر نبیؐ نے دی تھی تو سارے قریش گھروں سے نکل کر راستہ پر قافلے کا انتظار کرنے لگے لیکن قافلہ نہ آیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے کچھ لوگ غروب آفتاب کا انتظار کر رہے تھے وہ محمد کی بات کو جھٹلانے کے موقع کی تلاش میں تھے۔

اختر حسین عزمی

ایک نے غروبِ آفتاب کے وقت آواز لگائی:

قد غربت الشمس ''لو سورج بھی غروب ہو گیا۔''

اسی وقت ایک اور اعلان سنائی دیا۔

قد قدمتِ العِیر ''دیکھو قافلہ آ گیا۔''

اپنی طلب کردہ نشانیوں کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ کر بھی انہیں نورِ حق دکھائی نہ دیا۔

بعد میں آنے والے دیگر قافلوں سے بھی پیغمبرِ اسلام کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق ہو گئی لیکن ہٹ دھرم یہی کہتے رہے: ''بے شک ولید بن مغیرہ نے ان کے بارے میں صحیح کہا ہے کہ یہ بڑے جادوگر ہیں۔'' (بخاری)

☆☆

معراج کے ذریعے ایک طرف اللہ نے اپنے اس رسولؐ کا اعزاز و اکرام فرمایا جس کو زمانہ دھتکار رہا تھا جس کی دعوت کو لوگ حقیر سمجھ کر قبول نہ کر کے اس کی دل شکنی کر رہے تھے۔ اللہ نے انھیں انبیاءؑ کی امامت کروا کر اور اپنے قرب میں بلوا کر دلداری کی۔ دوسری طرف ایسے مشاہدات سے انبیاء کو عین الیقین کا وہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ پھر ان کی

معراج

نگاہوں میں دُنیا کی ساری قوتیں مل کر بھی مچھر کے پر کے برابر حیثیت نہیں رکھتیں اور شیطانی قوتوں کی طرف سے ہونے والی سختیوں اور ایذا رسانیوں کی وہ کوئی پروا نہیں کرتے۔

انبیاء کرامؑ میں سے ہر ایک کو اللہ نے ان کے منصب کی مناسبت سے آسمانی و زمینی بادشاہت کا مشاہدہ کرایا اور مادی حجابات ہٹا کر آنکھوں سے وہ حقیقتیں دکھائیں جن پر ایمان بالغیب لانے کی دعوت دینے پر وہ مامور کیے جاتے ہیں، تاکہ ان کا مقام ایک فلسفی کے مقام سے نمایاں اور ممتاز ہو جائے۔ فلسفی جو کچھ کہتا ہے، وہ قیاس اور گمان سے کہتا ہے جبکہ انبیاء جو کچھ کہتے ہیں وہ براہ راست علم وحی اور مشاہدے کی بنا پر کہتے ہیں اور وہ خلق کے سامنے یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم ان باتوں کو جانتے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں دیکھی حقیقتیں ہیں۔

☆☆

یثرب کی آبیاری:

بنو خزرج کی جن چھ سعید روحوں نے گیارہ نبوی میں اسلام قبول کیا تھا، انھوں نے پورا سال یثرب میں اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ اگلے سال ذوالحجہ ۱۲ نبوی میں یثرب سے بارہ مسلمان حجاج کے ساتھ آئے۔ ان میں پانچ تو وہی تھے جبکہ سات نئے افراد تھے۔ ان کی اکثریت بنو خزرج کی تھی، صرف دو کا تعلق بنو اوس سے تھا۔ منیٰ میں جمرہ اولیٰ کے قریب کی گھاٹی (عقبہ) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔

بات چیت کے بعد آپ نے انھیں کہا:

''آؤ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے۔ چوری، زنا اور قتلِ اولاد نہ کرو گے۔ کسی پر بہتان نہیں لگاؤ گے اور کسی بھی بھلی بات میں میری نافرمانی نہ کرو گے۔ جو شخص یہ ساری باتیں پوری کرے گا، اس کا اجر اللہ پر ہے اور جو شخص ان ممنوعات میں سے کسی کا ارتکاب کرے گا اور پھر اسے دنیا ہی میں سزا دے دی جائے گی تو یہ اس کے لئے کفارہ ہو گی اور جس کی نافرمانی پر اللہ پردہ ڈال دے گا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، وہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔''

یثرب سے آئے ان تمام اصحاب نے اس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کی۔

رافع بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''یارسولؐ اللہ! ہماری قوم نے ہمیں یہ پیغام دے کر آپؐ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپؐ اپنے ہاں سے ایک ایسا آدمی ہمارے پاس بھیجیں جو لوگوں کو کتاب اللہ سنا کر دعوت دے کیونکہ ایسے آدمی کے دعوت دینے سے لوگ بہت جلد اس دعوت کو مان لیں گے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے اس مطالبے کو تسلیم کیا۔ اس کام کے لیے آپؐ کی نظر انتخاب جواں سال مصعبؓ بن عمیر پر پڑی چنانچہ آپ نے انہیں ان کے ساتھ یثرب روانہ کر دیا۔ (جاری ہے)

"نئے پنچھی لگتے ہو شہزادے!"

فیقے نے جو دسویں بار حوالات کی سیر کو آیا تھا، گھٹنوں میں سر دیے پریشان حال نوجوان کو اپنے مخصوص لہجے میں پکارا۔

جواب میں نوجوان نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور دوبارہ گھٹنوں پر رکھ لیا۔

فیقا ہنسا اور پھر بولا: "پریشان نہ ہو میرے شیر! جیلیں شیروں کے لیے ہی بنی ہیں۔"

پھر فیقے نے پیسے دے کر سپاہی سے چائے اور کیک منگائے اور نوجوان کو شرکت کی دعوت دی، جس پر وہ جھجکتے ہوئے قریب آیا اور دعوت میں شریک ہو گیا۔

اس نے آہستہ آہستہ فیقے سے بات شروع کر دی۔

فیقے نے اپنے وسیع تجربے کی بنیاد پر اندازہ لگایا کہ لگتا تو یہ نوجوان پرانا مجرم ہے مگر پولیس کے ہاتھ پہلی بار لگا ہے، اُس سے اس کی کہانی اگلوانے میں دِقت تو ہوئی لیکن وہ فیقا ہی کیا جو ہار مان لے۔

☆......☆

"سعادت کسی سے نہیں ڈرتا، سعادت کسی کی نہیں مانتا۔"

یہ جملہ مجھے بچپن ہی میں سننے کو مل گیا تھا۔ پہلی بار جب میں نے چھوٹے بھائی اور بہن کی پٹائی کی، پھر ابا کے کہنے پر بھائی اور بہن سے معذرت کرنے سے انکار کیا تو میری اماں نے یہ جملے کہے تھے۔

مجھے بڑے بھائی کو اسکول کا بستہ پسند آیا تو میں نے ضد پکڑ لی کہ یہی چاہیے۔ اماں فوراً میری مدد کو آئیں اور وہ بستہ مجھے مل گیا۔

پھر اماں ہی تھیں جنھوں نے ابا سے ضد کر کے ساؤنڈ سسٹم منگایا، نئی سائیکل خریدوائی اور وہ سب کچھ جو دوسرے بہن بھائی صرف سوچ ہی سکتے تھے۔

اب تو گویا الٰہ دین کا چراغ میرے ہاتھ آ گیا تھا۔ ابا اچھی پوسٹ پر تھے، مالی مسائل کچھ خاص نہیں تھے، اماں میری خاص طرف دار تھیں، سو میرے مزے ہی مزے تھے۔

وقت گزرتا رہا۔ میری فرمائشیں میری عمر کے ساتھ تعداد اور حجم میں بڑھتی رہیں۔ ساتویں تک اسکول جانے کے بعد میں نے مزید پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اب کی بار تو ابا بہت بپھرے لیکن الٰہ دین کا چراغ پھر میرے کام آیا۔

ویسے سچی بات ہے کہ میرا خیال تھا کہ شاید اس بار کام نہ ہو سکے گا کیونکہ یہ بہت بڑا کام ہے، لیکن بات جب میری ہوتی تو اماں کچھ اس زور و شور سے میری وکالت کے لیے خم ٹھونک کر کھڑی ہو جاتیں کہ پھر میرے بڑے، بہن بھائی ہی کیا ابا بھی ان کے سامنے نہیں ٹک سکتے تھے۔

بچپن ہی سے میرا رشتہ خالہ زاد سے طے ہو چکا تھا۔ میں نے کہا میں تو پھپو کے گھر شادی کروں گا۔ بہت ہنگامہ ہوا لیکن بات میری ہی مانی گئی۔ کچھ عرصہ بعد میں نے کہا نہیں پھپو نہیں خالہ کے گھر ہی شادی کرنی ہے جہاں سے پہلے ٹوٹا تھا۔ اب تو بہت زیادہ لے دے ہوئی لیکن اماں زندہ باد!

اور کچھ عرصے بعد جب میں نے ایک بار پھر وہ رشتہ چھوڑ کر کہیں اور شادی کر لی تو اس بار میری توقع سے کم ہنگامہ ہوا کہ یہ بات اب طے ہو چکی تھی کہ سعادت ہی کی مرضی چلنی ہے اور جو سعادت چاہے وہی ہو گا۔

میرے پاس کوئی خاص تعلیم تھی نہ ہی ہنر۔ بس ایک ہی ہنر تھا اپنی اماں کو شیشے میں اتارنے کا اور وہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اماں گویا ہر وقت میرے حصار میں رہتیں۔ ان کی صبح میرے نام سے ہوتی اور شام میرے نام پر تمام ہوتی۔

خیر اب تک تو میں نے ابا کے پلے سے کھایا تھا، شادی کے بعد ذمے داری سر پر پڑی تو سوچا کہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔

میرے دوست بھی میرے جیسے ہی تھے، ایک دوست سے مشورہ کیا تو معنی خیز انداز میں بولا: "سب سے آسان اور منافع بخش کام تو منشیات کی فروخت کا ہے، پھر سمجھ لو یہی دبئی ہے۔"

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، مجھے آسان اور منافع بخش کام ہی چاہیے تھا سو فوراً شروع کر دیا اور دوست کی بات صحیح نکلی۔ میں مہینوں میں نہیں ہفتوں میں لاکھوں میں کھیلنے لگا۔ گاڑی، اچھا گھر بھی مل گیا۔ اب اماں کے ساتھ ساتھ ابا بھی خوش تھے کہ بیٹا کماؤ ہو گیا ہے لیکن یہ سوچنے کی زحمت انھوں نے بھی نہ کی کہ یہ نالائق آخر کہاں سے اتنا کما رہا ہے؟

جب میں انھیں اپنی بڑی سی گاڑی میں لے کر نکلتا تو لوگ مجھ پر رشک کرتے اور اماں مجھ پر فخر۔ اُن کی آنکھوں میں ایک ناز کی کیفیت ہوتی کہ ان کا شہزادہ بیٹا سعادت جس کی خاطر انھوں نے ہمیشہ پورے خاندان سے ٹکر لی، اپنی ساری اولاد میں ہمیشہ انھوں نے بے

جاطر فداری کی، وہ کتنا کامیاب اور ’سعادت مند‘ نکلا تھا۔

بعض ہمدرد رشتے دار مجھے باتوں باتوں میں سمجھانے کی کوشش بھی کرتے کہ اس راستے کا انجام آخرت میں تو برا ہے ہی، دنیا میں بھی اچھا نہیں۔

میں جواب میں طنزیہ انداز میں کہتا: ’’آپ لوگ تو پہلے بھی کہتے تھے کہ اسکول چھوڑ دیا اب تو خوار ہوگا تو؟‘‘

وہ بے چارے خاموش رہ جاتے لیکن میں یہ بھول گیا تھا کہ اللہ پاک ظالم کی رسی دراز کرتا ہے اور جب وہ غافل ہو جاتا ہے تو یکدم پکڑ لیتا ہے۔ کہتے ہیں انتالیس دن چور کے اور چالیسواں کوتوال کا، سو بس میرا بھی وہ دن آ ہی گیا۔

ہمارا کام تو پولیس کے مکمل تعاون کے ساتھ ہی چلتا ہے۔ جن بڑے اسمگلروں سے میں مال لیتا تھا، ان کے اینٹی نارکوٹل فورس کے کچھ راشی افسران سے تعلقات تھے۔ وہ ان سے رشوت لے کر خاموش رہتے اور کارروائیاں نہیں کرتے۔ اس تعاون کے بدلے میں رشوت کے ساتھ ساتھ اسمگلرز دس میں سے ایک بار اپنا مال اور کوئی بندہ خود ہی پکڑوا بھی دیتے تا کہ ان افسران پر کسی کو شک نہ ہو اور ان کی ’روزی روٹی‘ چلتی رہے۔

یہ باتیں تو مجھے معلوم تھیں لیکن میں نے اسمگلروں پر اعتماد کیا کہ وہ میرے ساتھ ایسا کچھ نہیں کریں گے، یہ بھی خیال تھا کہ میں محفوظ طریقے سے کام کرتا ہوں اور کبھی پکڑا نہیں جاؤں گا، لیکن برے کام کا برا انجام۔

☆......☆

’’فکر نہ کر میرے چاند! مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ تو عارضی طور پر اندر آیا ہے، اتنے برسوں میں جو مال جمع کیا ہے تُو نے اس کا ایک حصہ خرچ ہوگا اور تو نکل جائے گا۔‘‘

فیقے نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

’’لے کے رشوت پھنس گیا ہے دے کے رشوت چھوٹ جا...... ہاہاہا!‘‘

فیقے نے یہ کہہ کر قہقہہ لگایا۔

اس کے پیلے دانتوں سے سعادت کو شدید کراہت محسوس ہوئی۔

☆......☆

’’استغاثہ نے ملزم کے خلاف، اپنا کیس بغیر کسی شک وشبہ کے ثابت کر دیا ہے لہٰذا یہ عدالت ملزم سعادت ولد کریم کو عمر قید بامشقت کی سزا سناتی ہے اور اس کے ساتھ پچاس لاکھ جرمانہ بھی۔‘‘ جج نے سعادت کو سزا سناتے ہوئے کہا۔

سعادت کمرہ عدالت سے تھکے تھکے قدموں کے ساتھ سپاہی کے ہمراہ باہر آیا۔

اس کے والدین کمرہ عدالت میں موجود تھے۔

عدالت سے نکلتے ہی اس کی اماں قریب آئیں اور بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر بولیں: ’’بیٹا! تم بالکل فکر نہ کرنا، ہم اس سزا کو ہائی کورٹ میں چیلنج کریں گے اور تم بہت جلد آزاد ہو گے۔‘‘

’’میری سزا ہائی کورٹ سے ختم نہیں ہوسکتی اماں!‘‘

سعادت نے ماں کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

’’کک کیوں بیٹا! ایسے نہیں کہتے۔‘‘ اماں تڑپ کر بولیں۔

سعادت نے ماں کی طرف دیکھ کر جواب دیا: ’’اس لیے اماں! کہ مجھے سزا جج نے نہیں، آپ نے سنائی ہے!‘‘

☆......☆

جواہرات سے قیمتی

☆ کسی کی تعریف کو دماغ پر اور کسی کی تنقید کو دل پر کبھی سوار نہ ہونے دیں۔

☆ اللہ سے جب بھی مانگیں بھروسے سے مانگیں، کیونکہ وہ تب بھی دیتا ہے جب آپ نہیں مانگتے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ مانگیں اور وہ عطا نہ کرے۔

☆ ایک شخص بن کر نہ جیو بلکہ ایک شخصیت بن کر جیو کیونکہ شخص تو مر جاتا ہے، شخصیت نہیں مرتی۔

☆ آپ کا اچھا وقت دنیا کو بتاتا ہے کہ آپ کون ہیں اور آپ کا برا وقت آپ کو بتاتا ہے کہ دنیا کیا ہے۔

☆ ایسی خوشی سے بچو جو دوسروں کو دکھ دے کر حاصل ہو۔

☆ جو شخص اپنے ہر کام کو پسند کرتا ہے، اس کی عقل میں خلل آ جاتا ہے۔

☆ جب تک تیرا غرور اور غصہ باقی ہے، اپنے آپ کو نیک لوگوں میں شمار نہ کر۔

☆ اچھا دوست ایسے درخت کی مانند ہے جو سایہ بھی دے گا اور پھل بھی۔

☆ اختلاف کے باوجود کسی سے اچھے اخلاق سے پیش آنا کمزوری نہیں، بلکہ بہترین تربیت اور خاندانی ہونے کی دلیل ہے۔

☆ کامیاب انسان اپنی منزل کو پیش نظر رکھتے ہیں، رستے کی رکاوٹوں کو نہیں۔

(مرسلہ: شازیہ فدا حسین)

☆☆☆

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام

مفت

ختم نبوت خط وکتابت کورس

0333-5105991, 0333-5126313

خوشخبری

سکول وکالج کے طلباء وطالبات اور عوام الناس کے لئے سنہری موقع

داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر نام، تعلیمی قابلیت، پتہ (پوسٹل کوڈ) آخر میں دیئے گئے پتہ پر ارسال کریں ایک خط میں ایک درخواست دیں، اگر کسی وجہ سے کورس میں تاخیر ہو جائے تو دو ماہ کے بعد دوبارہ خط لکھیں

گھر بیٹھے بذریعہ خط وکتابت

عقیدہ ختم نبوت، حیات ونزول عیسیٰ علیہ السلام، ظہور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ، خروج دجال

اور موجودہ دور کے فتنوں کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ کورس کی تکمیل پر ایک خوبصورت سند اور نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والوں کیلئے خصوصی تحائف

ختم نبوت خط وکتابت کورس پوسٹ بکس نمبر 1347 اسلام آباد

اُونٹ رے اُونٹ!

(آخری قسط)

اشتیاق احمد

"یہ تم اچھا نہیں کر رہے، تم آخر فرار کس طرح ہو گے؟"

"یہ ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، اگر ہم آپ کو یہاں اس قدر آسانی سے لا سکتے ہیں تو فرار کیوں نہیں ہو سکتے۔"

"خیر میں مان لیتا ہوں، تم فائل حاصل کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاؤ گے، لیکن اس کے باوجود تم بے وقوف کے بے وقوف ہو۔"

"وہ کیسے؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"وہ ایسے کہ ہم پوری دنیا کو بتا دیں گے کہ پاک لینڈ نے ہماری فائل K-91 اڑا لی ہے، لہٰذا پوری دنیا کے ملک پاک لینڈ کا بائیکاٹ کر دیں۔"

"اگر آپ میں یہ اعلان کرنے کی ہمت ہے تو فوراً کر دیجیے گا، ہم آپ کو نہیں روکیں گے۔ پوری دنیا کا بائیکاٹ ہم برداشت کر لیں گے لیکن فائل K-91 ضرور حاصل کریں گے، اس لیے کہ اس فائل سے ہمیں بہت خوف ناک سازش کی بو آئی ہے۔"

"آخر کیسی؟"

"یہ بات نہیں بتائی جا سکتی۔ آپ وزیر خارجہ کو ہدایات دے رہے ہیں یا نہیں؟ یا پھر آپ اور آپ کے ساتھیوں کی زندگی کا چراغ گل کر دیا جائے۔"

"مم...... میں فون کر رہا ہوں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

اور پھر اس نے فون کیا۔ الفاظ وہی ادا کیے جو انھوں نے بتائے تھے۔ آدھ گھنٹے بعد وزیر خارجہ فائل لیے اندر داخل ہوا تو اس کے چہرے پر زمانے بھر کی حیرت تھی۔

"سر! آخر فائل منگوانے کی کیا ضرورت تھی۔"

لیکن پھر وہ اندر کے حالات دیکھ کر ہی جان گیا کہ کیا ضرورت تھی۔

"اف، یہ سب کیا ہے؟"

"یہ انسپکٹر جمشید کا چلایا ہوا چکر ہے، ہم سب اس وقت ان کے قبضے میں ہیں اور اب آپ بھی آ گئے۔"

"آپ نے مجھے خفیہ اشارہ کیوں نہ دیا۔"

"انسپکٹر جمشید نے اس قابل نہیں چھوڑا تھا۔"

"فائل میرے حوالے کر دیں۔ چلو بھئی، ان لوگوں کو باندھ دو۔ اس کے بعد ہمیں ان کے میک اپ میں ان کی گاڑیوں میں یہاں سے جانا ہے تا کہ ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ پیش آ سکے۔"

ایک بار پھر میک اپ کیے گئے۔

صدر، وزیر خارجہ اور انسپکٹر روگی یہ سب دیکھ کر حیرت میں ڈوبے جا رہے تھے۔

کئی گھنٹے کی محنت کے بعد میک اپ کا کام مکمل ہو گیا۔ ان لوگوں کو بندھی حالت میں وہاں چھوڑ دیا گیا اور وہ خود باہر چلے گئے، لیکن عین اس وقت انھیں ایک جھٹکا لگا۔

انسپکٹر پیری بان دونوں ہاتھوں میں پستول لیے اُن کے راستے میں کھڑا تھا اور اس کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"مسٹر پیری بان! آپ سے اس موقع پر ملاقات بہت دلچسپ ہے۔ مان گیا آپ کو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاتھ اوپر اٹھا دیں۔"

"تو آپ شروع سے ہمیں دھوکا دیتے رہے ہیں؟"

"ہاں! میری یہی ڈیوٹی تھی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"تب پھر، یہاں آپ اکیلے کیوں آئے؟"

"صدر صاحب اور وزیر خارجہ صاحب سے بہت بڑا انعام اس صورت میں مل سکتا تھا۔"

"بہت خوب پیری بان! تمھارا یہ کارنامہ زندگی بھر یاد رہے گا، اب تم پولیس چیف کے عہدے پر ترقی پانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اندر سے صدر کی آواز سنائی دی۔

"شکریہ سر! لیکن میں اس سے بڑے عہدے کی امید لے کر آیا تھا۔" اس نے کہا۔

"خیر یونہی سہی...... جو تم چاہو گے، وہی ہو جائے گا بس ان لوگوں کو ٹھکانے لگا دو۔"

"ضرور سر! کیوں نہیں، مزے کی بات یہ ہے کہ میرے دونوں پستول بالکل بے آواز ہیں اور ان میں سولہ سولہ گولیاں ہیں...... اور میرا نشانہ...... آپ جانتے ہی ہیں۔"

"ہاں! بہت اچھی طرح...... اب تم اپنا کام شروع کرو۔"

اور پھر اُدھر پیری بان کے دونوں ہاتھ حرکت میں آئے۔ اِدھر انسپکٹر جمشید ہوا میں اچھلے اور اس کے سر سے ٹکرا گئے۔ اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی اور پستول ہاتھوں سے نکل گئے۔

"کیا ہوا پیری بان؟" صدر چلائے۔

لیکن بے چارہ پیری بان کیا بتاتا کہ کیا ہوا تھا۔ وہ تو ساکت پڑا تھا۔

اسے بھی اندر لے آیا گیا اور باندھ دیا گیا۔

"ہم جاتے جاتے ایک غلطی کر چلے تھے۔ پیری بان کی آمد نے اس غلطی سے بچا لیا، ان سب کے منہ بھی بند کرنا ہوں گے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ منہ بند کرنے اور مکان کو تالا لگانے کے بعد باہر نکل آئے۔

وہ جانتے تھے، بہت جلد پولیس اس مکان تک پہنچنے والی تھی، لہٰذا اس سے پہلے پہلے انھیں نکل جانا تھا۔

وہ اپنے چار ساتھیوں کی مدد سے فرار کی خفیہ جگہ پہنچے۔

وہاں انتظام پہلے ہی تیار تھا۔ فوراً ہی ان کا سفر شروع ہو گیا۔ جلد ہی وہ ایک جزیرے میں تھے۔ جزیرے میں انھیں چند دن تک چھپے رہنا تھا، کیونکہ اس وقت ان کے فرار کے تمام راستے بند کر دیے جانے تھے۔ انھیں اس جزیرے سے اس وقت نکلنا تھا جب انشارجہ کو یہ یقین ہو جاتا کہ اب تو وہ نکل چکے ہیں، اور اس بے آباد جزیرے کی طرف ان کا خیال ہی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ یہ دریافت ہی ان کے ساتھیوں کی تھی۔

اس مقصد کے لیے انھیں جزیرے پر چھے دن گزارنا پڑے، تب کہیں جا کر راستہ صاف ملنے کی رپورٹ ملی۔

وہاں سے بھی وہ ماہی گیروں کے میک اپ میں روانہ ہوئے تھے، اور پھر ایک جہاز پر انھیں لفٹ مل گئی تھی۔ یہ لفٹ بھی ماہی گیروں کی حیثیت سے ملی تھی، آخر کار وہ اپنے وطن پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

☆......☆

وطن پہنچتے ہی انھیں فوراً صدر صاحب تک پہنچایا گیا۔

"سب سے پہلے تو آپ ہمیں یہ بتائیں اس وقت تک انشارجہ نے کیا کیا ہے؟"

"اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔" صدر صاحب بولے۔

"حیرت ہے۔ کیا اس نے دنیا بھر میں اپنے دوست ملکوں کو یہ نہیں کہا کہ پاک لینڈ کا بائیکاٹ کیا جائے، کیونکہ اس نے ہماری ایک اہم فائل اڑا لی ہے۔"

"نہیں...... وہ بالکل خاموش ہے۔"

"ہوں...... خیر...... آپ فائل K-91 کیوں حاصل کرنا چاہتے تھے؟"

"معاہدے میں شریک ایک ملک کو پاک لینڈ سے بہت ہمدردی ہے لیکن وہ اس ہمدردی کو ظاہر نہیں کرتا، اس نے معاملہ بہت خفیہ رکھا ہوا ہے، جب انشارجہ نے یہ معاہدہ کیا تو اس نے فوراً مجھے اطلاع دی، کیونکہ اس معاہدے کا تعلق صرف اور صرف ہمارے ملک سے تھا۔ انشارجہ نے تمام ملکوں سے مل کر یہ طے کیا ہے کہ پاک لینڈ کو پوری دنیا میں بالکل تنہا کر دیا جائے۔ اس کے لیے انھوں نے طریقے بھی

وضع کیے ہیں۔ ان تمام طریقوں پر بحثیں کی گئی ہیں، اور اس کے بعد یہ معاہدہ تحریر کیا گیا ہے لیکن جب تک ہمارے پاس فائل نہ ہوتی، ہم اس بارے میں دنیا سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے تھے لہٰذا فائل حاصل کرنا بہت ضروری تھا تا کہ پوری دنیا کو انشارجہ کے ارادوں سے باخبر کر دیا جائے۔ آج وہ ہمیں پوری دنیا میں تنہا چھوڑ کر بے یار و مددگار کر کے ختم کر دینا چاہتا ہے۔ کل کسی دوسرے اسلامی ملک کی باری آئے گی، اسی طرح یہ لوگ ایک ایک کر کے تمام اسلامی ملک کو ہڑپ کرتے چلے جائیں گے۔ اصل منصوبہ ان کا یہ ہے۔ اب ہم اس فائل کی نقلیں تیار کرا کے پوری دنیا میں تقسیم کریں گے۔ انشارجہ کے ارادے سب کو بتائیں گے تا کہ اسلامی دنیا جاگ جائے، غفلت کی نیند کو پرے جھٹک دے، اصل میں یہ اسلام سے خوف زدہ ہیں اور اسے دبا دینے کی ہر ممکن کوشش اسی لیے کرتے رہتے ہیں کہ کہیں کسی دن چودہ سو سال پہلے کا جذبہ لے کر مسلمان اٹھ نہ کھڑے ہوں۔ ذرا سوچو! اگر ایسا ہو گیا تو مسلمان ان سب کو گھاس پھوس کی طرح بہا نہیں لے جائیں گے، بس یہ اسی سے ڈرتے ہیں۔''

''تب پھر ہم بھی اسلامی ملکوں کو بیدار کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس فائل کی مثال کی دے دے کر ان لوگوں کو بتائیں گے کہ یہ لوگ ہمیں ختم کر دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ اگر ہم بیدار نہ ہوئے...... اگر ہم نے اپنے اندر چودہ سو سال پہلے والا اسلامی جذبہ اور اسلامی روح بیدار نہ کی تو یہ لوگ ہمیں نہیں چھوڑیں گے، اور اگر ہم بیدار ہو گئے تو یہ بھیگی بلیوں کی طرح بھاگتے نظر آئیں گے۔ بس اتنا سا فرق ہے۔ غفلت اور بیداری میں! اس دنیا میں عزت سے زندہ رہنے کے لیے ہمیں بیدار ہونا پڑے گا، ورنہ ہمارا نام و نشان تک نہیں ملے گا۔ یہ فائل ثبوت ہے اس بات کا۔''

اور پھر فائل کو پوری دنیا کے اسلامی ملکوں کو پہنچا دیا گیا۔

پوری دنیا میں ایک شور برپا ہو گیا۔ بیداری کی لہر نظر آنے لگی اور یہ امید کی جانے لگی کہ اب مسلمان بیدار ہو ہی جائیں گے۔ انشارجہ کے ایوانوں میں زلزلہ سا محسوس ہونے لگا۔ اس کی راتوں کی نیند اڑنے لگی۔ اس نے ایک بار پھر غیر مسلم ممالک کا اجلاس طلب کر لیا، اور موجودہ صورتِ حال پر غور کیا گیا۔

ادھر اسلامی ملکوں نے اپنا اجلاس بلا لیا، اور ادھر بھی غور ہونے لگا۔ حالات کیا رخ اختیار کرنے والے تھے، یہ کسی کو معلوم نہیں تھا۔ ہر ملک اپنی اپنی تدبیر میں لگا ہوا تھا۔

اور انسپکٹر جمشید ان حالات کو دیکھ کر کہہ رہے تھے:

''کچھ بھی ہو، فائل K-91 حاصل کر کے ہم نے ان کے ایک منصوبے کو تو تہ و بالا کر کے رکھ ہی دیا ہے اور یہ اللہ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔''

(ختم شد)

ایک مثال سے!

سید نعیم احمد

''امی جان مجھے آج تو لازمی نئے جوتے چاہییں۔''

بلال نے گھر میں داخل ہوتے ہی اپنی امی کو پکارا۔

''کیا بات ہے بیٹا؟'' ''آج تو میرے لال نے اپنی امی کو سلام بھی نہیں کیا؟''

اس کی امی نے باورچی خانے سے نکلتے ہوئے پوچھا تو مارے خفت کے بلال نے جلدی سے سلام کرتے ہوئے کہا۔

''میرے جوتے جگہ جگہ سے پھٹ چکے ہیں۔ میں مسلسل دو سالوں سے انھیں پہن رہا ہوں۔ اب تو میں نئی کلاس میں پہنچ چکا ہوں۔ میرے سب دوستوں کے نئے جوتے ہیں، نئی کتابیں اور نیا یونیفارم بھی، میں تو اپنی پیاری امی سے صرف جوتوں کا کہہ رہا ہوں۔''

یہ کہتے ہوئے بلال نے لاڈ سے ان کے گلے میں بازو ڈال دیے۔

ان شاء اللہ کل آپ کے نئے جوتے آ جائیں گے۔''

اتنا کہتے ہی ان کی آنکھیں جھلملائیں اور وہ ماضی کی گرد میں کھو گئیں۔

جہاں وہ خود کو ایک ہنستے بستے گھر میں دیکھنے لگیں، جہاں وہ تھیں ان کے شوہر اکبر جمال اور ان کا پیارا بیٹا بلال تھا۔ سبھی خوشیاں تو تھیں ان کے پاس پھر نجانے اچانک ان کے اس خوشحال گھرانے کو کس کی نظر لگ گئی؟ بلال کے والد اکبر کمال ایک حادثے میں ان سے جدا ہو گئے، اور بلال کی تعلیم و تربیت اور کفالت کے لیے انھیں لوگوں کے گھروں میں کام کرنا پڑا۔

ماضی کی تلخ یادیں ان کی آنکھوں سے آنسو بن کر نکل پڑے اور بلال کا چہرہ نم کر گئے، جو نجانے کتنی ہی دیر سے ان کے سینے سے لگا بیٹھا تھا۔

''کیا ہوا؟ امی جان آپ رو رہی ہیں؟''

''نہیں بیٹا ایسی کوئی بات نہیں!'' امی جان نے ایک پیار بھری مسکراہٹ سے اسے ٹالا۔

''آیئے! میں آپ کو کھانا نکال دوں، آپ یونیفارم تبدیل کر لیجیے۔''

ایسا ہر گز نہیں تھا کہ بلال کوئی ضدی بچہ ہو بلکہ وہ نہ صرف اپنی جماعت بلکہ پورے اسکول کا ذہین ترین بچہ تھا، پڑھنے میں بہترین، پابند نماز، سلیقے قرینے سے اپنی تمام چیزوں کو حفاظت سے رکھنے اور سنبھالنے والا، ہر سال پورے اسکول میں ٹاپ کرنے والا سب کا دوست، مددگار اور ہمدرد تھا۔ لیکن ان تمام خصوصیات کے ساتھ ساتھ وہ ایک بچہ بھی تھا۔ جی ہاں پانچویں جماعت کا طالب علم ایک بارہ سالہ بچہ، جس کے جذبات اور احساسات دوسرے بچوں کی طرح تھے۔ آخر وہ بھی کب تک اپنی خواہشات کے آگے بند باندھتا رہتا؟ اسی لیے وہ اپنی ماں سے نئے جوتوں کا تقاضا کر بیٹھا تھا...... آخر کوئی کلاس میں سبھی بچے نئے جوتے پہن کر آ رہے تھے تو وہ کیوں نہ پہنتا؟

''ارے! یہ میری ڈیسک پر یہ نیا لڑکا کون آ کر بیٹھ گیا؟''

دوسرے دن وہ اپنی کلاس میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا۔

''بلال! یہ آپ کے نئے ساتھی علیم ہیں۔''

اس کی ٹیچر نے نئے بچے کا اس سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ!''

علیم نے ایک نورانی تبسم کے ساتھ بیٹھے بیٹھے بلال کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔

''ہونہہ...... شاید یہ مغرور ہے جو کھڑے ہو کر بھی مجھ سے ہاتھ نہیں ملا سکتا۔''

وعلیکم السلام کہتے ہوئے بلال نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا ور سوچنے لگا، لیکن بلال جونہی مزید آگے بڑھا تو کانپ کر رہ گیا۔ علیم کی تو دونوں ٹانگیں ہی نہیں تھیں۔

''اف میرے اللہ جی! یہ میں نے کیا سوچا علیم کے بارے میں بغیر جانے، دیکھے سمجھے؟ اس کی تو دونوں ٹانگیں ہی نہیں ہیں اور پیر بھی تو یہ جوتے کہاں پہنتا ہو گا؟ جبکہ میری دونوں ٹانگیں اور پیر سلامت ہیں جوتے پھٹے پرانے ہیں تو کیا ہوا؟ میں پیروں جیسی نعمت سے محروم تو نہیں ہوں! یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے اب میں اپنی امی جان سے نئے جوتوں کے لیے ضد نہیں کروں گا۔''

ایک مثال سے رب کائنات نے اسے ''سبق'' سکھا دیا تھا۔

☆☆☆

محمد امتیاز عارف

گھر آباد رہنے دو!

پرانے کمرے کی چھت کے قریب دیوار کے اکھڑے پلستر کو مرمت کرنے کے لیے مسالہ اور کرنی لے کر میں سیڑھی پر چڑھا اور درز بھرنے لگا تو اچانک پُھر سے ایک چڑیا اندر سے نکل کر میری ناک سے ٹکرا کر اڑتی ہوئی صحن میں لگے خزاں رسیدہ امرود کے درخت کی شاخ پر بیٹھ کر چوں چوں کرنے لگی۔

میں نے چھت کے اس گوشے میں غور سے دیکھا تو درز میں مجھے تنکوں اور گھاس پھوس کا ایک گھونسلا نظر آیا۔ اندر انڈے پڑے نظر آرہے تھے۔

کرنی میرے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر جا گری تھی۔

میں نے پلٹ کر دروازے سے باہر امرود کے پودے کی طرف دیکھا، جہاں چڑیا بے بسی سے میری جانب دیکھے چلی جارہی تھی۔

میں دوبارہ مسالہ لینے کے لیے سیڑھی سے اترا تو چڑیا امرود کی شاخ سے اڑی اور پُھر پُھر کرتی ہوئی کمرے میں گردش کرنے لگی۔ اڑتے ہوئے بھی اس کی گردن میری جانب جھکی ہوئی تھی۔ اس کی ننھی ننھی آنکھوں میں خوف وہراس کے گہرے سائے رقصاں تھے، جیسے کہہ رہی ہو کہ کیوں میری پرسکون زندگی، تلاطم برپا کرنے پر تلے ہوئے ہو۔

میں مسالہ لے کر دوبارہ سیڑھی پر چڑھا تو وہ پُھر پُھر اور چیں چیں کرتے ہوئے کمرے سے نکل کر اَدھ کھلے کواڑ پر جا بیٹھی۔ اس کی مغموم آواز پر اور بہت سی چڑیاں اکٹھی ہوگئیں اور اپنی پریشان ساتھی کی حمایت میں صدائے احتجاج بلند کرنے لگیں۔

اُن کی آواز سے بے پروا میں نے کرنی میں مسالہ اٹھا کر اکھڑے پلستر کی جگہ لگانا چاہا کہ اچانک ہی بے تاب چڑیا اپنی جگہ سے اڑی اور میرے مسالے والے ہاتھ سے ٹکرائی۔ اس کے اڑتے ہی چڑیاں چوں چوں کا غل مچانے لگیں۔ چڑیا کے ٹکرانے سے مسالے والا ہاتھ ہلا اور کرنی کے ٹیڑھا ہوتے ہی مسالہ پھر فرش پر گر پڑا۔

مجھے غصہ آگیا۔ میں نے ذرا تیز آواز سے کہا: ”ظفر! تھوڑا سا مسالہ اور دینا۔“

میرا ماموں زاد ظفر صحن میں ایک جانب کرسی ڈالے مطالعے میں مصروف تھا، وہ اندر آیا اور چڑیوں کو دیکھ کر بولا: ”معلوم ہوتا ہے یہاں چڑیا نے گھونسلا بنایا ہوا ہے، بڑی پریشان لگتی ہے۔“

”اسے فکر ہے کہ گھونسلا خراب نہ ہوجائے۔“

میں نے کہا۔

”گھونسلا نکال کر باہر پھینک دیں چڑیا خود ہی باہر چلی جائے گی۔“ ظفر نے کہا۔

میں نے گھونسلے کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک دم کئی چڑیاں اڑیں۔ انھوں نے میرا ارادہ بھانپ لیا تھا۔ میرے سر کے گرد پھڑ پھڑاتے ہوئے انھوں نے اتنی تیزی سے چکر کاٹا کہ مجھے لگا کہ جیسے غصے میں وہ میری آنکھیں نوچ لیں گی۔

میں سب کچھ بھول کر اپنا چہرہ بچانے لگا۔ اُن کے پروں کی تیز پھڑ پھڑاہٹ سے ریت کے ذرے اڑ کر میری آنکھوں میں جا پڑے تھے۔ چبھن کی شدید لہر آنکھوں میں عود کر آئی اور میں آنکھیں ملتا ہوا ایک بار پھر تیزی سے نیچے اتر آیا۔

آنکھوں سے بہتے ہوئے پانی کو رومال کے کونے سے صاف کرتے ہوئے میں نے اَدھ کھلی آنکھوں سے دیوار اور امرود کے پودے پر بیٹھی ہوئی چڑیوں کو دیکھا، وہ سب خاموشی سے میری جانب دیکھ رہی تھیں جیسے میرے آئندہ ممکنہ اقدام پر اپنے ردِعمل کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔

”ننھی چڑیا! تم کیوں پریشان کر رہی ہو؟“ مجھے اس کی حالت پر ترس آنے لگا تھا۔

”چوں۔۔۔ چوں۔۔۔ چوں۔“ چڑیا بولی جیسے کہہ رہی ہو: ”ہمارا گھر تباہ کر رہے ہو اور خود ہی پوچھتے ہو کہ میں کیوں پریشان کر رہی ہوں؟“

”میں گھر کی مرمت کر کے اسے رہنے کے قابل بنانا چاہتا ہوں۔“

”شوق سے گھر کی مرمت کرو لیکن ہمیں تو بے گھر نہ کرو، تمھیں اس سے کیا ملے گا؟“

”لیکن جب تک یہ شگاف بند نہ ہوگا جس میں تمھارا گھونسلا ہے، دیوار پر پلستر نہ ہو سکے گا۔“

”تو یہ تھوڑی سی جگہ یوں ہی چھوڑ دو۔“

”پھر تو یہ کمرہ بدنما لگے گا۔“

’’تو تم کمرے کی خوشنمائی کی خاطر میرا گھر اجاڑ دو گے، مجھے بے گھر کر دو گے؟‘‘

’’تمھارا کیا ہے، کہیں اور گھونسلا بنا لوگی، یہ دنیا بہت وسیع ہے۔‘‘

’’دنیا وسیع ضرور ہے، لیکن دل بھی وسیع ہونا چاہیے، دل تنگ ہو جائے تو یہ دنیا ایک نقطے سے بھی مختصر ہے۔ تم جس وسیع دنیا کی بات کرتے ہو، میرے لیے وہ بہت تنگ ہو گئی ہے۔ درختوں پر گھونسلا بنایا تو بارش اور بجلی کا نشانہ بن گیا۔ دانہ دنکے کی تلاش میں نکلے تو ہمارے بچے سانپوں کا نوالہ بن گئے، یا تمھارے بچے کھیلنے کے لیے انھیں گھونسلوں سے اٹھا لے جاتے ہیں۔ ہاں! اگر میں نے کچھ سکون پایا تھا تو تمھارے اس کمرے میں۔ عرصے سے میں یہاں گھر بنا کر رہ رہی تھی۔ میری سہیلیاں میری قسمت پر رشک کرتی تھیں، لیکن آج...... آج میری تباہی کا پروانہ بھی آ گیا۔‘‘

’’پیاری چڑیا! مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں، اب تم ہی بتاؤ، گھونسلے والی دیوار کو پلستر کے بغیر کیسے چھوڑ دوں؟ جب مرمت ہوتی ہے تو تمام توڑ پھوڑ کی مرمت ضروری ہوتی ہے۔ اب میں تمھارا گھونسلا یونہی رہنے دوں تو یہ کمرہ تو برا لگے گا ہی کمرے میں گھونسلے کے تنکے اور بیٹ وغیرہ بکھرے ہوں گے تو کیا یہ اچھا لگے گا؟‘‘

’’تم ٹھیک کہتے ہو‘‘ چڑیا اداس لہجے میں بولی۔

’’تم اشرف المخلوقات ہو کر بڑی غلطیاں کر لیتے ہو، پھر یہ کہہ کر دل کو تسلی دے لیتے ہو کہ انسان خطا کا پتلا ہے، لیکن ہم حیوانوں کی چھوٹی سی غلطی کو بھی درگزر کے قابل نہیں سمجھتے، تم لوگوں کے بچے کپڑے اور بستر خراب کر دیں تو تمھیں ان کی حرکت پر پیار آتا ہے۔ تم انھیں گھر سے تو نہیں نکال پھینکتے! تم جس گھر کی خاطر میرا گھر اجاڑ رہے ہو، مجھے معلوم ہے تمھیں اس سے کتنی محبت ہے، جب تک تمھارے اندر اس سے اچھا اور بڑا گھر بنانے کی گنجائش پیدا نہیں ہوتی، تم یہاں رہو گے لیکن گنجائش پیدا ہوتے ہی تم اسے بھول جاؤ گے، اور اس گھر کو جہاں تم نے زندگی کی انمول گھڑیاں بسر کی ہیں، فراموش کر کے کسی اور جگہ جا بسو گے، اور یہ گھر کیا، تمھیں تو اپنے وطن سے بھی محبت نہیں۔ وطن بھی گھر ہی کی ایک صورت ہے۔ وہ وطن جسے تمھارے بزرگوں نے لاکھوں جانیں اور قربانیاں دے کر حاصل کیا ہے، تم لوگوں نے اپنی بے حسی سے اسے خراب حال پر پہنچا دیا ہے۔ کیا تم نے آزادی اس لیے حاصل کی تھی کہ پھر ایک دن پر آسائش زندگی کی تلاش میں اسے چھوڑ جاؤ؟ آزادی حاصل کرنے کے بعد یہ سمجھ لینا کہ منزل حاصل ہو گئی ہے، بہت بڑی بھول ہے۔ چاروں طرف سے دشمن، اژدھے کی طرح منہ کھولے تمھارے وطن کی طرف بڑھ رہے ہیں، کبھی تم لوگوں نے سوچا ہے کہ تم لوگ کتنے بڑے خطرے میں گھرے ہوئے ہو۔ قدرت موقع ضرور دیتی ہے لیکن بار بار موقع نہیں دیتی۔ لوگ اپنی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہیں لیکن تمھیں کیا ہوا کہ اپنا ایک بازو کٹوانے کے باوجود تم لوگوں کو ہوش نہیں آیا۔

اب بھی تمھاری وہی پرانی ڈگر ہے اور دیگر صوبوں میں بھی ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں پیدا ہونے لگی ہیں۔ اس میں تمہاری غلطیوں کے ساتھ تمھارے دشمنوں کی خطرناک منصوبہ بندی بھی شامل ہے جو ابتدا سے تمھارے ملک کے وجود کے مخالف ہیں اور تمھاری کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ تم لوگ اس خطرناک صورتِ حال سے باخبر ہونے کے باوجود کیوں ہوش کے ناخن نہیں لیتے؟ اس لیے قبل اس کے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے تمھیں ایمان، اتحاد اور تنظیم کو سختی سے اپنا شعار بنا لینا چاہیے تاکہ تمھارا یہ گھر مضبوط اور خوشحال بنیادوں پر سدا قائم رہے اور ہمارے گھر بھی آباد رہیں۔‘‘

’’کیا ہوا......؟ آپ کیا سوچ رہے ہیں؟ گھونسلا صاف کر کے دیوار کی درز تو بند کریں۔‘‘ ظفر نے کہا تو میں چونک پڑا۔

دیکھا کہ میں تو اپنے آپ سے محوِ گفتگو تھا۔

’’درز نہیں بند ہوگی۔ گھونسلا ایسے ہی رہے گا۔ ہمارے گھر کے ساتھ اس کا گھر بھی آباد رہے گا۔‘‘

میں نے وہاں سے بانس کی سیڑھی ہٹاتے ہوئے کہا۔

ظفر نے میری طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ سیڑھی ہٹتے ہی چڑیا اڑتی ہوئی آئی اور گھونسلے میں آرام سے انڈے پر بیٹھ گئی جیسے اس کو یقین ہو گیا ہو کہ اب اس کا گھر محفوظ ہے۔ وہ اس طرح میری طرف دیکھ رہی تھی جیسے شکریہ ادا کر رہی ہو۔

مسکراہٹ کے پھول

سویرا قائم خانی۔ ملتان

کیا زمانہ آ گیا ہے؟

ایک دوست: ’’تربیلا ڈیم اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کے پانی سے بجلی بنائی جا سکے۔‘‘

دُوسرا دوست: ’’کیا زمانہ آ گیا ہے۔ ایک پانی ہی خالص رہ گیا تھا، اس میں سے بھی بجلی نکال لی۔‘‘

خالی جگہ:

ایک دوست نے دُوسرے سے پوچھا: ’’یہ کیا ماجرا ہے کہ جب میں اُلٹا کھڑا ہوتا ہوں تو میرے جسم کا خون میرے سر میں جمع ہو جاتا ہے اور جب میں سیدھا کھڑا ہوتا ہوں تو پاؤں میں جمع کیوں نہیں ہوتا۔‘‘

دُوسرے دوست نے بڑی عقل مندی سے جواب دیا: ’’جو جگہ خالی ہوگی، خون وہیں تو جمع ہوگا۔‘‘

گھر کی چابی:

دو دوست کسی عمارت کی اٹھارویں منزل پر رہتے تھے۔ ایک دن وہ گھر آئے تو معلوم ہوا کہ بجلی بند ہے، لہٰذا لفٹ نہیں چل سکتی۔

دونوں نے کہا: ’’سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے بہت تھک جائیں گے۔‘‘

ایک نے کہا: ’’چلو باتیں کرتے ہوئے چلتے ہیں۔‘‘

پہلے نے کچھ مزاحیہ واقعات سنائے اور بولا: ’’سولھویں منزل آ گئی، اب تم سناؤ۔‘‘

دُوسرا بولا: ’’واقعہ دردناک ہے۔ تم رو پڑو گے۔‘‘

پہلے نے کہا: ’’نہیں، میں نہیں رووں گا، تم سناؤ تو سہی۔‘‘

دُوسرا بولا: ’’تو سنو...... ! گھر کی چابی نیچے کار میں ہی رہ گئی ہے۔‘‘

شیخی خورے:

ایک دوست: ’’میرے پردادا مکا مار کر دیوار توڑ دیتے تھے، سومنات کا مندر توڑنے میں وہ بھی شامل تھے۔‘‘

دُوسرا دوست: ’’میرے پردادا جب غمگین انداز میں نشید پڑھتے تھے تو لوگوں کے آنسوؤں کی وجہ سے جھیلیں بن جاتی تھیں، سیف الملوک جھیل اسی وجہ سے بنی۔‘‘

تیسرا دوست: ’’یہ تو کچھ بھی نہیں، میرے پردادا کو غلیل چلانے کا شوق تھا۔ وہ چاند پر نشانے لگاتے تھے۔ چاند پر جو گڑھے ہیں، انھوں نے ہی تو ڈالے ہیں۔‘‘

ڈش کلینر:

ایک دوست نے دُوسرے سے پوچھا: ’’بھئی تمھارا بیٹا انگلینڈ میں کیا کام کرتا ہے؟‘‘

دوسرے نے جواب دیا: ’’وہ انگلینڈ میں D.C ہے۔‘‘

پہلا حیرت سے: ’’ایک پاکستانی انگلینڈ میں D.C کیسے ہو سکتا ہے؟‘‘

دوسرے نے جواب دیا: ’’بھئی D.C کا مطلب ہے ڈش کلینر۔‘‘

☆☆☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆ شمارہ ۱۱۰۶ کی دستک 'خوشی کی ایک انمول خبر' دیتی دل شاد کرگئی۔ بلاشبہ 'اَلف نمبر' کے بعد یہ ایک اور منفرد اعزاز ہے جو بچوں کا اسلام کے حصے میں آیا سو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ 'سونے کی اینٹ' دنیا کی بے ثباتی کو کھول کر بیان کرتی، عبرت انگیز تحریر ہے۔ 'وہ ایک قدم' بے مثال کہانی ہے۔ فیض بابا کے سلگتے سوال نے عباس کو 'وطن سے وفا' کا کتنا خوب صورت سبق دیا۔ یقیناً عباس کا چنا گیا رستہ بہت ہی خوب صورت منزل کی جانب جاتا ہے۔ 'میر حجاز' قریشِ مکہ کی لکھی دستاویز سے متعلق میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں بالکل درست ثابت ہوئیں۔ 'سورج کی کرن نے کیا دیکھا' صبح کے حسین منظر کا احاطہ کرتی پیاری سی کہانی ہے۔ کرن نے بالآخر معاذ کے دیر سے بیدار ہونے کی وجہ معلوم کر ہی لی۔ 'اُن کے کوچے میں' آخری قسط بہت ہی اچھی رہی۔ 'بڑے قد والا' دل کے تاروں کو چھیڑتی تحریر، ایک ایسے پردیسی کی جو اپنے سب سے قیمتی اثاثے یعنی اپنی 'ماں' کو منوا بیٹھا۔ 'ماحول سے مطابقت' دو کیموفلاج جانوروں پر دلچسپ مضمون تھا۔ سانپ تو جلد ہی ڈھونڈ لیا مگر تیندوے نے چاروں طبق روشن کردیے۔ بالآخر موصوف کو ڈھونڈ ہی لیا۔ 'آمنے سامنے' کی محفل میں اچھا وقت گزرا۔ (اقرأ فرید۔ پنڈی گھیب، ضلع اٹک)

ج: یعنی زیادہ خطرہ آپ کو تیندوے سے ہے! تفنن برطرف کسی کو تیندوا مل گیا تو سانپ نہ دِکھا اور اکثر قارئین کو تو دونوں ہی نہ ملے۔

☆ شمارہ ۱۱۰۰ کا خلافِ معمول بے چینی سے انتظار تھا، مگر یہ کیا!!! معمولی سا سولہ صفحات کا عام شمارہ ہمارا منہ چڑا رہا تھا۔ دستک پڑھ کر مطمئن وخوش ہوئے۔ 'تعویذ محبت' اکابر ومجاہدین ختم نبوت سے اظہارِ عقیدت کا برملا ثبوت تھی۔ 'کھلونے والا' آٹھ سال سے کم عمر بچوں کے لیے مترنم وتفریحی نظم تھی۔ 'کیا آپ بھول جاتے ہیں' فطری طبعی نقطہ نظر سے نہایت مفید اور مفت مشوروں سے بھرپور تھی۔ 'تکونے باغیچے کا کیکر' میں درختوں کے ذریعے کردار سکھائی گئی۔ 'بے تکی تحریر' ایک دم اناڑی سے لکھاری بننے کا خواب پالنے والوں کے لیے تھی مگر اس میں محنت اور وقت لگتا ہے۔ 'کہانی ایک سفر کی' کتاب کا تعارف کے ساتھ ساتھ پروفیسر اسلم بیگ صاحب نے بیک وقت، سفرنامہ، آپ بیتی، تاثرات وعقیدت کا ایک تحریر میں ہی برملا اظہار کر ڈالا۔ بہت ہی خوب۔

(حافظ محمد عثمان۔ للیانی سرگودھا)

ج: تو پڑھی تو کتاب آپ نے بھی ہے، آپ بھی برملا اظہار کرسکتے ہیں۔

☆ شمارہ ۱۱۰۴ کی 'دستک' نے انمول خبر سنائی، بہت خوشی ہوئی۔ 'الف نمبر' ایک ریکارڈ ساز شمارہ تھا، آگے بھی ان شاء اللہ تعالیٰ بہت ریکارڈ بنائے گا۔ 'وہ ایک قدم' لاجواب کہانی تھی۔ علی اکمل بھائی نے کمال کر دکھایا۔ حبِ رسول کو جگاتے سفرنامے 'اُن کے کوچے میں' آخری قسط بہت سرور بخش رہی۔ 'بڑے قد والا' تحریر کی لکھاری بہن بہت عرصے بعد دکھائی دیں۔ تحریر نے رلا دیا۔ 'آمنے سامنے' میں خط چوتھا اور جواب سیکنڈ لاسٹ خط کا پسند آیا۔ (مولانا محمد اشرف۔ حاصل پور)

ج: سیکنڈ لاسٹ یعنی آخری سے پہلا؟ خیر اس بار دیکھتے ہیں آپ کو کس نمبر کا خط اور جواب پسند آتا ہے!

☆ شمارہ ۱۱۰۴ جب ہاتھوں میں آیا تو سب سے پہلے آمنے سامنے کی محفل میں اپنا خط دیکھا۔ نہ پا کر دل اداس ہوگیا لیکن پھر فوراً ہی اس کو ڈانٹ پلائی کہ چل چھوڑ کسی نہ کسی دن وہ رسالے کی زینت بن ہی جائے گا۔ ہماری ایک عادت ہے کہ ہم رسالہ ہمیشہ اختتام سے شروع کرتے ہیں۔ آمنے سامنے اور دستک سب سے آخر میں پڑھتے ہیں۔ پتہ نہیں کیوں، خیر ہم بات کر رہے تھے شمارے کی تو وہ بہت ہی زبردست تھا۔ 'سونے کی اینٹ' نے دنیا کی حقیقت بتلا دی اور یہ کہ موت کو ہر وقت یاد رکھنا چاہیے۔ 'وہ ایک قدم' اور 'بڑے قد وال' اشمارے کی خاص کہانیاں تھی۔ 'میر حجاز' اور 'ان کے کوچے میں' پر تو تمام ہی قارئین کھلے دل سے تبصرہ کرتے ہیں۔ واقعی بہت ہی زبردست سلسلے ہیں، لیکن 'ان کے کوچے میں' ختم ہوا تو بہت ہی دکھ ہوا کہ یہ داستانِ محبت تھوڑی اور لمبی ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ آپ کتنے پانی میں ہیں کہ شروع کے دو سوالوں کے جواب مجھے آرہے تھے۔ ماحول سے مطابقت میں ہم نے سانپ تو آسانی سے ڈھونڈ لیا تھا لیکن تیندوا نہیں نظر آیا۔ اگلے دن ہم رسالہ مدرسے لے کر گئے تو ہماری سینئر باجی نے ڈھونڈ نکالا، بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ (لائبہ بنت افضل خان۔ کراچی)

ج: سینئر پھر سینئر ہوتے ہیں۔ وہ چھپی ہوئی چیزیں اور باتیں ڈھونڈ نکالتے ہیں۔

☆ جناب مدیر محترم! میرا یہ کسی بھی شمارے میں پہلا خط ہے۔ اگرچہ میں بچوں کا اسلام سے پانچ یا چھے سال چھوٹی ہی ہوں لیکن میں اس کی شمارہ ۷۴ سے قاری ہوں کیونکہ مما جی نے انھیں ہمارے لیے محفوظ کرلیا تھا، جن کو فارغ وقت میں پڑھنا ہم دونوں کا محبوب مشغلہ ہے، البتہ کچھ شماروں سے یہ رونق ماند پڑ گئی ہے کہ ایک کہانی بار بار شائع ہو رہی ہے۔ مدیر محترم آپ نے کہا تھا کہ اگر کوئی تحریر دوبارہ شائع ہوجائے تو اس کا مطلب کہ وہ بہت اچھی ہے اور سبق آموز ہے لیکن شمارہ ۱۰۹۱ میں نور الامین کی 'ٹیلی فون' اور 'شاگرد ظریف' اور ۱۰۹۱ میں اعظم طارق کوہستانی کی 'ماں' دوسری بار شائع ہو رہی ہے۔ (مسفرہ ایمان)

ج: اور یہ ہم نے کب کہا تھا؟ کیونکہ کہانی دوبارہ غلطی ہی سے شائع ہوتی ہے۔ نشر مکرر تو الف نمبر میں ہی ایک کہانی جان بوجھ کر کی گئی تھی۔ ہاں البتہ کتابوں سے تاریخی واقعات کچھ عرصے کے بعد دوبارہ بھی شائع ہوسکتے ہیں، بہرحال اس غلطی پر معذرت۔

☆ شمارہ ۱۰۹۷ 'میر حجاز' میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل سے اپنے بھتیجے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا انتقام بھی لیا اور دائرہ اسلام میں بھی داخل ہوئے۔ سبحان اللہ! لطف آ گیا۔ آمنے سامنے میں گیارہ بہن بھائیوں سے ملاقات ہوئی۔ سب سے اچھا خط چاچو محمد اقراش عاصم کا لگا کیونکہ انھوں نے بھی ہماری طرح جلدیں بنا کر اس قیمتی خزانے کو محفوظ کر رکھا ہے۔

(منیبہ جاوید۔ چک احمد آباد، تحصیل 18 ہزاری، ضلع جھنگ)

ج: ان شاءاللہ یہ قیمتی خزانہ آنے والے کئی عشروں تک آپ کے گھرانے کو بڑا فائدہ پہنچائے گا۔

☆ شمارہ ۱۰۹۷ کا سرورق اچھا لگا۔ دستک میں بچوں کے خراب مستقبل کی وجہ آپ نے معاشرے کو بتایا تو وہیں ادیب علی نے 'ان پڑھ طلبہ' میں اس کا موردِ الزام والدین کو ٹھہرایا۔ اتنے عرصے بعد ادیب علی کو دیکھ کر اچھا لگا۔ آگے بڑھتے تو بنت شکیل اختر کے 'پھلوں کے نرغے' میں آگئے۔ وہاں سے نکلے تو حسین میمن کی 'میں ایک لائبریری ہوں' میں گھر گئے۔ 'میر حجاز' اور 'ان کے کوچے میں' سلسلے پڑھتے ہوئے بچوں کا اسلام کے پرانے اور نئے ادوار کا بے ساختہ موازنہ کرتے ہیں۔ انداز و اسلوب بے شک بدل گیا ہے لیکن جذبہ اب بھی وہی ہے۔ (محمد وقاص۔ جھنگ صدر)

ج: انداز و اُسلوب کا بدل جانا تو فطری ہے۔ کیونکہ ہر شخص کا اُسلوب الگ ہر پھول کا رنگ الگ ہوتا ہے!

☆ پیارے چچا جان! امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی امان میں رکھیں اور آپ کی ہر مشکل اور پریشانی کو حل فرمائیں، آمین۔ 'دستک' میں آپ خیر خواہی کا درس دیتے نظر آئے۔ 'مختصر پر اثر' واقعتاً پر اثر تھی۔ 'اَن پڑھ طلبہ' میں استاد صاحب پر بہت ترس آ رہا تھا مگر آج کل کے طلبہ سدھرنے والے نہیں۔ 'ان کے کوچے میں' دل کو چھوتی ہوئی تحریر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے در پر حاضری نصیب فرمائے، آمین۔ 'پھلوں کے نرغے میں' کہانی میں ٹنڈ ونکلو گنجو نام بہت خوب لگے۔ 'میر حجاز' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ تھا۔ 'جب چڑیا چگ گئیں کھیت' میں ہمیں گاگا پر افسوس ہوا اس کو ایک چانس ملنا چاہیے تھا شاید۔ اپنا خط دیکھ کر خوشی ہوئی۔ بچوں کا اسلام میں بغیر انٹرویو کے پتا ہی نہیں چلتا کون سے لکھاری 'بھائی' ہیں کون سے 'چاچا'؟ اب ہم اپنے بھائی کو تو ٹھکائی لگوا سکتے ہیں مگر یہ تو چاچا نکلے۔ اب چچا شاہد پھلور سے ہمیں بہت ڈر لگ رہا ہے کہیں اب ہماری ہی ٹھکائی نہ ہو جائے۔ (طیبہ راؤ۔ علی پور، مظفر گڑھ)

ج: کیوں؟ آج کل کے طلبہ کیوں سدھرنے والے نہیں۔ ہدایت کسی کو کبھی بھی مل سکتی ہے، بس دعوت اور دعا کا جوڑ بٹھانا چاہیے۔ باقی جب تک کسی کی عمر رتبے کا اندازہ نہ ہو، احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ انھیں بڑا ہی سمجھا جائے۔

☆ بچوں کا اسلام کا ہر رسالہ اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔ انہی میں سے ۱۰۹۸ بھی ہے۔ مدیر چاچو آپ ہمیں دستک دے کر یہ بتا رہے ہیں کہ ۱۱۰۰ سو پورے ہونے پر کوئی خاص شمارہ نہیں آ رہا اور ہم تھے کہ کب سے اس طرح کا کوئی اعلان سننے کے لیے کان لگائے ہوئے تھے۔ باقی ایمانی خوشی، ذکر ایک رات کا، بوسہ جدائی سب اچھی تھیں۔ رہ گئی بہت ہی پیاری بہن رفعت سعدی کی کہانی اس کی تو بات ہی کیا ہے۔ آمنے سامنے میں بھی خوب محفل جمی۔

(خدیجۃ الکبریٰ بنت مولانا امتیاز فاروقی۔ رسول پور)

ج: جی ایسی ہی بات ہے اور آئندہ کے لیے بھی فی الحال تو کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جانیں کہ اب خاص نمبر کب آتے ہیں۔ بس دعا کیجیے۔

☆☆☆

لاھور انٹرنیشنل ایکسپو بک فیئر 2024ء

اساتذہ اور والدین سے گزارش ہے کہ مطالعے کا ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے بچوں کے ہمراہ بک فیئر میں ضرور تشریف لائیں

لاہور والے ہو جائیں تیار!!

1 فروری بروز بدھ
تا 5 فروری بروز اتوار
روزانہ صبح 10 تا رات 10

ہال نمبر: 1

ایکسپو سنٹر، نزد ایمپوریم مال، جوہر ٹاؤن، لاہور

اس سال ہمارے سٹال پر آپ کی دل چسپی کا پورا پورا سامان موجود ہوگا۔ اشتیاق احمد کی اسلامی کتابیں اور 200 سے زائد جاسوسی ناول، مدیر چاچو محمد فیصل شہزاد کی 3 کتابیں، آئی جی غلام رسول زاہد کی کتابیں، ابوحنظلہ سعدی کی مسلم فاتحین سیریز کی 20 کتابوں کے علاوہ حکایات سیریز کی 3 نئی کتابیں، کاوش صدیقی کا سرمد سیریز پر لکھا گیا نیا مکمل ناول "رفیق لنگڑا" اس کے علاوہ مزید دو نئے ناول "انو جیب کترا" اور "تمہاری امی" اور کہانیوں پر مشتمل مزید 2 نئی کتابیں "مسجد دادی جان" اور "انگور کے دانے"، نذیر انبالوی کی نئی کتابیں، محمد فہیم عالم کی نئی 2 کتابیں "سیرت محمد بن عبداللہ ﷺ" اور "معراج النبی ﷺ" بچوں کے لیے 50 سے زائد پاکٹ سائز کتابیں اور بہت کچھ۔ جی ہاں! اس بار پرانی کتابوں کے ساتھ سو سے زائد مزید نئی کتابیں بک فیئر سٹال پر آپ کی منتظر ہوں گی۔ یہ نئی کتابیں آپ کو ملیں گی حیرت انگیز ڈسکاؤنٹ پر، مصنفین کے آٹوگراف کے ساتھ، کیونکہ تمام مصنفین اسٹال پر موجود ہوں گے۔ تو پھر آ رہے ہیں نا آپ!

آٹوگراف وملاقات کا سنہری موقع

ہمارے سٹال پر آپ

محمد فیصل شہزاد | کاوش صدیقی
امجد جاوید | ندیم اختر
آئی جی غلام رسول زاہد | نذیر انبالوی
محمد فہیم عالم | حافظ عبدالجبار سیال

اور دیگر نامور بچوں اور بڑوں کے ادیبوں سے ملاقات کر سکیں گے اور ان کی کتابیں آٹوگراف کے ساتھ خرید سکیں گے۔

درود وسلام کے مسنون صیغے (15)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "زاد السعید" کے نام سے صلوٰۃ وسلام پر مشتمل چالیس صیغے جمع فرمائے۔

حضرت لکھتے ہیں: "جو صیغے صلوٰۃ وسلام کے احادیث میں آئے ہیں اُن میں سے چالیس صیغے پیش ہیں جن میں سے پچیس صلوٰۃ کے اور پندرہ سلام کے ہیں۔"

انہی مسنون صیغوں سے ہر ہفتے درود وسلام کا ایک صیغہ پیش کیا جا رہا ہے۔

قارئین! انھیں یاد کیجیے، روزانہ پڑھنے کا اہتمام کیجیے اور اپنے دوستوں کو بھی یاد کروائیے۔ اس طرح درود وسلام کا اجر بھی ملے گا، تلاوت حدیث کا بھی اور چالیس احادیث یاد کرنے کروانے پر از روئے حدیث قیامت کے دن علماء کرام کے ساتھ اٹھائے جانے کی بشارت کے مستحق بھی آپ بن جائیں گے۔ کیوں ہے نا مزے کی بات؟! (مدیر)

صلوٰۃ کا پندرھواں صیغہ:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَتَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ.

سلام کا پندرھواں صیغہ:

بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ.

★ ★ ★

ضروری اعلان

رسائل گھر بیٹھے حاصل کیجیے!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

اطلاعاً عرض ہے کہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے روزنامہ اسلام کے صرف اسلام آباد اور لاہور ایڈیشن کو پہلی جنوری سے بند کردیا گیا ہے، لیکن الحمدللہ مرکزی دفتر کراچی اور ملتان سے بدستور اخبار چھپ رہا ہے، نیز دونوں ہفت روزے بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام بھی اسی آب وتاب سے اتوار اور بدھ کو شائع ہورہے ہیں!

قارئین جو یہ سطور پڑھ رہے ہیں، ان سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنے رشتے داروں، دوستوں اور دائرہ بچوں/خواتین کا اسلام کے اُن قارئین کو جنھیں آپ کسی طرح بھی جانتے ہیں اور انھیں رسائل نہیں مل پا رہے، ہاکر انھیں منع کررہے ہیں تو براہِ کرم ہماری نمائندگی کرتے ہوئے اُن تک یہ بات پہنچائیے کہ بالکل پریشان نہ ہوں، دونوں رسائل باقاعدگی سے شائع ہورہے ہیں اور ہر شہر کی ایجنسی کے پاس حسب سابق پہنچ بھی رہے ہیں۔

پھر بھی اگر کسی وجہ سے آپ کی رسائی آپ کے محبوب رسائل تک نہیں ہورہی تو ایک بہت آسان اور سہولت والا طریقہ یہ ہے کہ کراچی دفتر رابطہ کرکے اپنے گھر کے پتے پر دونوں یا کوئی بھی ایک رسالہ سال بھر کے لیے لگوا لیجیے۔

یہ طریقہ بہت آسان بھی ہے اور نسبتاً سستا بھی۔ بازار ہاکر کے پاس جاکر رسالہ خرید لانے میں پھر بھی کچھ وقت اور کرایہ وغیرہ لگتا ہے، جبکہ سالانہ ممبرشپ لینے سے آپ کے رسائل کراچی دفتر سے براہِ راست آپ کے پڑھنے کی میز پر اسی دن بلکہ ایک آدھ دن پہلے ہی پہنچ جاتے ہیں اور وہ بھی کسی قسم کا اضافی خرچ کیے بغیر۔ جی ہاں! دونوں رسائل کی ہوم ڈیلیوری بالکل مفت رکھی جارہی ہے۔ آپ کی طرف سے ڈاک خرچ ادارہ ادا کرے گا۔ آپ صرف شمارے کی قیمت جو چالیس روپے ہے اور سرورق پر لکھی ہوئی ہے، وہ ادا کیجیے اور پورے سال کے باون ہفتے اپنے گھر کی چوکھٹ پر اپنے لاڈلے رسائل کو حاصل کیجیے۔

چالیس روپے فی شمارے کے حساب سے سال کے باون ہفتوں کے کل اکیس سو روپے ہوتے ہیں، آپ سو روپے مزید کم کرتے ہوئے صرف مبلغ دو ہزار روپے فی شمارہ (یا دونوں رسائل کے چار ہزار روپے) ادا کیجیے اور پورے سال گھر بیٹھے رسائل حاصل کیجیے۔

طریقہ کار بہت آسان ہے:

رابطہ نمبر (03213557807) پر ایزی پیسہ اور موبی کیش دونوں اکاؤنٹ بنے ہوئے ہیں۔ دونوں میگزین کے چار ہزار روپے یا کسی بھی ایک میگزین کے دو ہزار روپے اپنی سہولت کے مطابق ایزی پیسہ یا موبی کیش کیجیے، بعد ازاں پیسے بھیجنے کی کمپنی رسید اور اپنا مکمل پتا اسی نمبر پر واٹس ایپ کرکے حکم کیجیے کہ آپ کے نام رسائل جاری کردیے جائیں۔ فون پر رابطہ کرنا چاہیں تو اسی نمبر پر علاوہ اتوار، دفتری اوقات صبح نو سے شام چار بجے تک کال بھی کرسکتے ہیں۔

اس ترتیب کے علاوہ اگر آپ ہر ہفتے ہی رسائل خریدنا چاہتے ہیں تو اپنے اپنے شہر کے ہاکر کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ آپ کو اخبار مارکیٹ کی ایجنسی سے شمارہ حسب سابق لا کردے۔ اگر ہاکر منع کردے تو شہروں کے ایجنسیوں کے نمبر بھی ذیل میں دیے جارہے ہیں، فون کرکے ان سے منگوا لیجیے۔

لاہور:	شفیق صاحب	(03324776628)
اسلام آباد:	عدنان صاحب	(03005151136)
ملتان:	ملک ایوب صاحب	(03007353405)
کراچی:	اسلم صاحب	(03002125353)

دعا ہے کہ ہمارا آپ کا ساتھ تادیر رہے اور بخیر وعافیت رہے، آمین!

مدیر
روزنامہ اسلام